ماہنامہ ربوہ

خالد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ــــ فاستبقوا الخیرات ــــ

تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی" (حضرت مصلح موعودؓ)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ خالد ربوہ

جلد ۲۶ ❖ شمارہ ۶

اخاء ۱۳۵۸ ہش

اکتوبر ۱۹۷۹ء

ایڈیٹر

حافظ مظفر احمد

نائبین

محمد الیاس منیر ❖ سید حسین احمد

ہدایت اللہ ناصر

پبلشر: مبارک احمد خالد ❖ پرنٹر: سید عبدالحی

مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ ❖ مقام اشاعت

ــ دفتر ماہنامہ خالد۔ دارالصدر جنوبی۔ ربوہ ــ

الفہرس

قیمت سالانہ: پندرہ روپے ۱۵/-

فی پرچہ: ڈیڑھ روپیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

یہ شمارہ!

قارئین کرام! ایک طویل اور کٹھن انتظار کے بعد آپ کے پیارے رسالہ خالد کا یہ شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے

ہمارا اپریل کا شمارہ کتابت مکمل ہونے کے بعد پریس بھجوایا جا رہا تھا کہ اچانک ہمارے پیارے بھائی محمد شفیق قیصر صاحب کی المناک وفات کا سانحہ پیش آیا۔ آپ "خالد" کے پبلشر بھی تھے۔ اس لئے نئے پبلشر کی منظوری کے لئے متعلقہ محکمہ کو درخواست دی گئی اس کی منظوری میں تاخیر کے باعث خالد کی اشاعت بھی معرضِ التوا میں پڑتی گئی۔ حتیٰ کہ چھ ماہ کا طویل عرصہ آپ کو انتظار کرنا پڑا۔ اُمید ہے قارئین ہماری اس مجبوری کی وجہ سے ہمیں معذور سمجھیں گے۔

اس شمارہ کا اکثر حصہ ماہِ اپریل کے لئے ترتیب دیا گیا تھا۔

۲۰ر اپریل کا دن حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا یوم ولادت ہے۔ اس مناسبت سے اس شمارہ میں اداریہ نوٹ حضرت قمر الانبیاء کے بارہ میں لکھا گیا تھا۔ اسی طرح حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے متعلق ایک مضمون بھی اس شمارہ میں ہے۔

ایک طویل نعت صاحبزادی امۃ القدوس بیگم کی قابلِ اشاعت کی جا رہی ہے۔

جناب عبد الرحمن ملک اسلام آباد کے "معروف ترین کوہ پیما جاپانی خاتون سے انٹرویو" کی دوسری قسط بھی اس شمارہ میں پیش کی جا رہی ہے۔ اس کے علاوہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تبلیغی سفر، اور سویڈن میں تبلیغ اسلام کے دلچسپ مضامین بھی اس شمارہ کی زینت ہیں۔

ایک دوسرا اداریہ نوٹ جناب قیصر صاحب مرحوم کے بارہ میں ہے۔ اس کے ساتھ قیصر صاحب مرحوم کے بارہ میں چند تعزیتی قراردادیں بھی دی جا رہی ہیں۔

اور آخر میں الوداع! اے شفیق الوداع!۔

اداریہ

ایک عظیم سانحہ

ہمارے قارئین ماہنامہ خالد کے پبلشر اور سابق ایڈیٹر، مدیر تشحیذ الاذہان اور نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ جناب محمد شفیق قیصر کی المناک وفات کی خبر سن چکے ہوں گے۔ موصوف حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد پر اشاعت قرآن عظیم کے سلسلہ میں ہانگ کانگ جا رہے تھے۔ دوران سفر برما میں ۲۲ مارچ کو کار کے ایک خوفناک حادثہ میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

بے شک قیصر صاحب مرحوم کی وفات کو چھ ماہ سے زائد عرصہ ہو رہا ہے۔ مگر ان کی اندوہناک ناگہانی موت کا سانحہ ایسا نہیں کہ اُسے بھلایا جا سکے۔

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری اُمت کی سیاحت بھی اللہ کی راہ میں جہاد ہے۔ اور قیصر صاحب مرحوم کا سفر تو محض للہ اور خالصۃً دینی اغراض کی خاطر تھا اس لحاظ سے "میدان جہاد" میں جناب قیصر صاحب کی حادثاتی موت شہادت سے کم نہیں ——

تاریخ احمدیت شہید مرحوم کے اس خون کو بھلا نہیں سکتی جو اس نے عالم مسافری میں، دیارِ غیر میں، وطن سے دور، بیوی بچوں سے بہت دُور، دینِ اسلام کے لئے دیا۔ اشاعتِ قرآن کی خاطر مرحوم کی جان کا یہ نذرانہ بارگاہِ ایزدی میں ضرور مقبول ہوگا۔ اسلام کی زندگی کے لئے موت کا یہ عظیم جذبہ کتنا مبارک اور شاندار ہے۔

ایسے کئی احمدی شہداء ہیں جنہوں نے خدمتِ دین بجا لاتے ہوئے راہِ خدا میں جان دی۔ اور صفحاتِ تاریخ میں خون سے اپنے نام رقم کئے —— بے شک ان شہیدوں کا لہو رائیگاں نہیں جائے گا۔ یہ خونِ شہیداں ایک دن رنگ لائے گا۔ اسی خون سے نخلِ اسلام ہرا ہوگا —— اور یہ لوگ زندہ رہیں گے۔ ان کے نام تابندہ رہیں گے۔ ابدالآباد تک —— جب تک دنیا قائم ہے ——۔

جناب محمد شفیق قیصر ۱۹۳۵ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نے خدمت دین کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی۔ جامعہ احمدیہ ربوہ سے دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد وکالت تبشیر تحریک جدید میں بطور مبلغ متعین ہوئے۔ اور تبلیغ اسلام کے لئے یوگنڈا تشریف لے گئے۔ مگر آب وہوا ناموافق آنے کی وجہ سے بیمار ہو گئے۔ اور ایک سال کے بعد واپس بلوا لئے گئے۔ یہاں آکر وکالت تبشیر میں تصنیف و اشاعت کتب کے شعبے میں لمبے عرصہ تک آپ کو علمی و دینی خدمات بجا لانیکی توفیق ملی۔

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی عاملہ میں آپ پہلی بار ۱۹۶۵ء میں مہتمم تحریک جدید مقرر ہوئے۔ اس کے بعد مہتمم عمومی، مہتمم تعلیم، مہتمم اشاعت، مہتمم مقامی کی حیثیت سے کام کرتے رہے اور ۱۹۷۶ء میں نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نامزد ہوئے۔ نومبر ۱۹۶۵ء سے خالد کے مدیر بنے اور کچھ وقفہ کے ساتھ چار سال یہ فرائض انجام دیئے۔ اسی طرح قریباً چھ سال تک ادارت تشحیذ الاذہان کی خدمت انجام دینے کی توفیق ملی۔ آپ ۱۹۶۷ء سے خالد و تشحیذ کے پبلشر کے طور پر کام کر رہے تھے۔ اس وقت آپ قرآن پبلیکیشنز اور نصرت پرنٹرز لمیٹڈ کے انتظامی سربراہ کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے تھے۔ اسی حیثیت سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کی ہدایت پر قرآن کریم کی طباعت کے سلسلہ میں آپ ۱۳ مارچ کو برما اور ہانگ کانگ کے سفر پر روانہ ہوئے تھے۔ برما میں آپ کو کار کا یہ خوفناک حادثہ پیش آیا۔ حادثہ کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۹ مارچ کو آپ برما کے جماعتی عہدیداروں کے ایک وفد کے ساتھ رنگون سے مانڈلے گئے۔ واپسی پر ۲۰ اور ۲۱ مارچ کی درمیانی رات کو ۲ بجے ٹانگو نامی مقام پر موٹر کار کا ایک بڑی لاری سے تصادم ہو گیا۔ محترم محمد شفیق صاحب قیصر اور محترم سلیمان صاحب جو موٹر ڈرائیو کر رہے تھے کو سخت چوٹیں آئیں۔ نیز پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے محترم شوکت علی صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ برما اور محترم شیخ داؤد صاحب کو بھی چوٹیں آئیں۔ محترم قیصر صاحب بے ہوش ہو گئے اور ۲۲ مارچ کی صبح تک جب آپ کو ٹانگو کے ہسپتال سے رنگون کے ہسپتال میں منتقل کیا گیا آپ بے ہوش رہے۔ اور رات بارہ بجے کے قریب آپریشن ٹیبل پر وفات پا گئے۔ اس کے چند گھنٹے بعد محترم سلیمان صاحب بھی چل بسے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

محترم قیصر صاحب ایسے مخلص مستعد اور جاں نثار خادم سلسلہ کی وفات کا یہ سانحہ ان تمام جماعتی اداروں کے لئے ایک المیہ ہے جہاں آپ بڑی تندہی، سخت محنت اور جانفشانی سے کام کر رہے تھے۔ آپ گوناگوں علمی و عملی، تبلیغی و تربیتی، انتظامی صلاحیتوں اور اخلاقی اقدار کے مالک تھے۔ علمی لحاظ سے مطالعہ بہت وسیع تھا مضامین لکھنے لکھانے کے بارہ میں آپ سے نہ صرف قابل قدر مشورہ ملتا بلکہ اکثر متعلقہ کتاب بھی فراہم ہو جاتی۔ ابتداء میں اکثر اداریے آپ کو دکھایا کرتا۔ آپ ہمیشہ حوصلہ افزائی فرماتے۔

نظر گہری اور وسیع تھی۔ پرنٹر۔ پبلشر ہونے کی حیثیت سے پروف چیک فرماتے۔ حزم و احتیاط کا دامن کبھی نہ چھوڑا۔ کوئی کمزور بات یا ایسی بات جو ہماری پالیسی کے خلاف ہوتی فوراً پکڑ لیتے۔ اشاعت لٹریچر وکُتب کا خوب تجربہ تھا۔ تحریک جدید اور خدام الاحمدیہ کی کُتب کی اشاعت کا کام تو آپ ہی کے سپرد تھا۔ ظاہر ہے یہ کام بڑی ذمہ داری کا ہے۔ خصوصاً اشاعتی امور کے مختلف مراحل بہت محنت طلب ہوتے ہیں مگر یہ سب کچھ آپ دیگر ذمہ داریوں کے علاوہ کرتے تھے۔

انتظامی لحاظ سے بھی اعلیٰ قابلیتوں کے مالک تھے۔ مرکزی تربیتی کلاسز، سالانہ اجتماعات۔ جلسہ سالانہ وغیرہ کے موقع پر آپ کی انتظامی صلاحیتیں اُبھر کر سامنے آتی تھیں۔ بڑے متعاون، پیار سے کام لینے والے، دھیمی طبیعت والے تھے۔ اہم اور مشکل انتظامات کے دوران بھی میں نے ان کو کبھی گھبرائے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایڑھی چوٹی کا زور لگا دیتے تھے۔ پھر معاملہ خدا کے سپرد کر دیتے۔ بڑے متحمل مزاج، سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنے والے، صائب الرائے تھے۔ دوستوں کے دوست، خیر خواہوں کے خیر خواہ اور ہمدرد تھے۔ انسانی ہمدردی تو آپ کے اندر جیسے کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آپ کی سادہ اور پُر وقار طبیعت ہر ایک کا دل موہ لیتی تھی۔ سلسلہ کے کاموں میں مصروف رہتے تھے۔ اس لئے گھر میں بہت کم وقت دیا کرتے۔ آپ کا زیادہ وقت جماعتی کاموں اشاعتی امور وغیرہ کے سلسلہ میں سفروں میں یا مختلف شعبوں کے دفاتر میں ہی گزرتا تھا۔

نہایت عمدہ اخلاق کے حامل تھے۔ ملنسار، خوش گفتار، اور اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔ آپ اسم بامسمّٰی تھے۔ واقعی شفیق تھے۔ میں نے انہیں قریب ہو کر بھی بہت کم ناراض ہوتے دیکھا۔ نہایت نرم خُو اور حلیم الطبع تھے دوسروں کا بھلا چاہنے والے تھے۔

جماعتی رُوح اور روایات کو سمجھنے اور زندہ رکھنے والے تھے۔ کسی بھی شعبہ کا کام ہوتا آپ کو اس تفریق سے غرض نہ تھی بس کام سے غرض تھی کہ جماعت کے کسی شعبہ کے کام میں بھی التوا نہ ہو۔ جہاں تک ہو سکتا اور بس چلتا کسی بھی شعبہ یا ادارہ کے کام میں اتنی دلچسپی لیتے جیسے ذاتی کام میں لی جاتی ہے۔ ان خوبیوں کی بنا پر آپ اپنوں پرایوں میں مقبول تھے۔ امام وقت کے خادمِ خاص اور صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے دستِ راست تھے۔ جب صدر محترم حضور ایدہ اللہ کے ساتھ سفر امریکہ و یورپ پر تشریف لے گئے تو آپ کو قائم مقام صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی اہم ذمہ داری بھی نبھانے کی توفیق ملی۔

الغرض آپ جماعت کے لئے نہایت مفید اور کار آمد وجود تھے۔ جماعتی کام کے لئے ہر وقت سرگرم عمل اور تیار و مستعد رہتے۔ نہ گرمی دیکھتے نہ سردی۔ جب بھی بلاوا آجاتا جس حال میں ہوتے فوراً حاضر ہو جاتے۔ اور آخری وقت بھی اس جواں مرد کی یہ خوبی ظاہر ہوئی جب پردیس میں بغریب الوطنی میں رفیق اعلیٰ

کا بلاوا آیا تو یہ کہہ کر اس کی راہ لی

بلانے والا ہے سب سے پیارا

اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

مجھے یاد ہے سفر پہ جانے سے چند روز قبل بازار میں سائیکل پر آرہے تھے ۔ سائیکل ایک طرف کھڑی کر کے روک لی اور مجھے بلا کر کہنے لگے ۔ چند دن میں بیرونِ ملک سفر پہ جا رہا ہوں ۔ دعاؤں میں یاد رکھنا ———— اُف خدایا! کیا معلوم تھا کہ یہ جوان ہمت سفر ہانگ کانگ پر نہیں سفر آخرت پر روانہ ہو رہا ہے ———— کیا خبر تھی کہ قیصر صاحب سے یہ ملاقات آخری ملاقات ہے ———— بے شک آج ہمارے قیصر کی وفات کو ایک مدت گذر چکی ہے آج جب ان کی رُوح اپنے ربّ کی رضا کی جنتوں میں بسیرا کرتی ہوگی ———— اب بھی اُن کی یاد سے یہی حالت ہے ۔

العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا بما یرضیٰ بہ ربنا

آنکھ روتی ہے اور دل غمگین ہے مگر ہم وہی کہیں گے ———— جس سے ہمارا رب راضی ہو ۔

؎ اے خدا بر تربتِ او بارشِ رحمت ببار

داخلش کن از کمالِ فضل در بیت النعیم

شکریہ احباب!

ادارہ خالد ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے ماہنامہ خالد کے پبلشر کی منظوری حاصل کرنے کے سلسلہ میں مختلف مراحل میں ادارہ سے تعاون کیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے ۔ ماہنامہ خالد کے نئے پبلشر مکرم مبارک احمد صاحب خالد مینجر "خالد" مقرر ہوئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہتر رنگ میں کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

(ادارہ)

قرارداد ہائے تعزیت

۱۔ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی قرارداد تعزیت

ہم ممبران مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے لئے یہ خبر بڑے دکھ اور غم کا موجب ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے نائب صدر ہمارے دیرینہ رفیق اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک نہایت مخلص اور فدائی خادم ۲۲ مارچ کو برمایس کار کے ایک حادثہ میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

محترم محمد شفیق صاحب قیصر ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو منشی محمد صادق صاحب کے ہاں محمود آباد سندھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قادیان۔ ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ میں اور سلانوالی ضلع سرگودھا سے حاصل کی۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ سے ۱۹۵۵ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا ۱۹۵۷ء میں جامعہ احمدیہ میں داخل ہوئے اور ۱۹۶۳ء میں شاہد کی ڈگری حاصل کی۔

اللہ تعالیٰ نے اوائل عمر میں ہی آپ کو خدمت سلسلہ عالیہ احمدیہ کی توفیق عطا فرمائی۔ دیگر جماعتی امور کے علاوہ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی گرانقدر خدمت کی بھی توفیق ملی۔ جس کا آغاز ۱۹۵۹ء میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں بحیثیت نائب مہتمم اشاعت اور نائب ایڈیٹر رسالہ خالد سے ہوا۔ سال ۶۶-۱۹۶۵ء مہتمم تحریک جدید اور سال ۶۷-۱۹۶۶ء میں مہتمم اشاعت مقرر ہوئے ۱۹۶۸ء میں بغرض تبلیغ اسلام یوگنڈا تشریف لے گئے۔ ایک سال بعد واپس تشریف لاکر ۱۹۷۰ء میں مہتمم عمومی کے فرائض سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ خدام الاحمدیہ سے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کے خطبات (مشعل راہ) کی تدوین کی سعادت بھی حاصل ہوئی ۷۶-۱۹۷۰ء تک آپ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی بحیثیت مہتمم تعلیم۔ مہتمم اشاعت۔ مہتمم عمومی۔ مہتمم مقامی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ سعادت بھی عطا کی کہ آپ نومبر ۱۹۶۵ء سے ۱۹۶۷ء اور نومبر ۱۹۷۳ء تا اکتوبر ۱۹۷۴ء ماہنامہ خالد اور اکتوبر ۱۹۷۰ء تا نومبر ۱۹۷۳ء اور جولائی ۱۹۷۶ء تا وفات ماہنامہ تشحیذ کے ایڈیٹر رہے۔ اس طرح ۱۹۶۷ء سے وفات تک خالد و تشحیذ کے پبلشر کی حیثیت سے بھی کام کرتے رہے۔

تحریک جدید انجمن احمدیہ میں وکالت تبشیر کے شعبہ تصنیف میں ۱۹۶۵ء سے وفات تک خدمت کی توفیق ملی۔ اسی طرح قرآن پبلیکیشنز اور نصرت پرنٹرز لمیٹڈ کے مینیجنگ ڈائریکٹر کی حیثیت سے بھی آپ کی خدمات

قابلِ ذکر ہیں اور اسی حیثیت سے آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر جماعتی اُمور کی سرانجام دہی کے لئے ہانگ کانگ کے سفر پر روانہ ہوئے تھے۔ آپ نے اپنی مختصر عمر میں بہت اہم کام سرانجام دیئے۔ اور ساری زندگی ہی خدمت اسلام اور خدمت سلسلہ میں بسر کر کے خدمت کے دوران ہی وطن سے دُور جان جانِ آفرین کے سپرد کی۔ اور شہادت کا مرتبہ پایا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کو جنت الفردوس میں بلند درجات عطا فرماوے اور اعلیٰ علیین میں خاص مقامِ قرب سے نوازے۔ آمین۔

ہم ممبران مجلس عاملہ اُن کے والدین۔ اُن کی اہلیہ۔ اُن کے بہن بھائیوں اور بچوں سے اظہارِ تعزیت کرتے ہیں۔ اُن کے غم میں شریک ہیں اور خدا سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کو محترم محمد شفیق صاحب قیصر جیسے فدائی کارکن عطا فرماتا رہے۔ آمین

۲۔ قائدین اضلاع مجالس خدام الاحمدیہ کی قراردادِ تعزیت

قائدین اضلاع مجالس خدام الاحمدیہ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۳۱ مارچ ۱۹۷۹ء میں مجلس خدام الاحمدیہ کے نائب صدر مکرم محمد شفیق صاحب قیصر کی وفات پر درج ذیل قراردادِ تعزیت منظور کی۔ (مہتمم مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

برما سے ایک آنے والی اطلاع کے مطابق مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے نائب صدر ہمارے نہایت ہی عزیز اور مخلص دوست مکرم و محترم محمد شفیق صاحب قیصر ایک حادثہ سے وفات پا گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ محترم منشی محمد صادق صاحب کے فرزند تھے۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو محمود آباد (سندھ) میں پیدا ہوئے۔ پرائمری تک تعلیم قادیان میں پائی اور تقسیم ملک کے بعد ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ۔ سلانوالی ضلع سرگودھا اور تعلیم الاسلام ہائی سکول چنیوٹ، ربوہ میں تعلیم حاصل کر کے ۱۹۵۵ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ میٹرک کے فوراً بعد ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ پہلے کچھ عرصہ دفتر خدمت درویشاں میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے ساتھ کام کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ۱۹۵۷ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخلہ لے کر ۱۹۶۳ء میں شاہد کی ڈگری حاصل کی اور اسی دوران آپ نے فاضل عربی کا امتحان بھی پاس کیا۔ دیگر جماعتی خدمات کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی گرانقدر اور بے لوث خدمت کی بھی توفیق عطا فرمائی جس کا آغاز ۱۹۵۹ء میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں بحیثیت نائب مہتمم اشاعت اور نائب ایڈیٹر رسالہ خالد ہوا۔ اس کے بعد آپ کو نائب مہتمم تعلیم کے طور پر خدمت کرنے کا موقع میسر آیا۔ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۶۶ء میں پہلی مرتبہ مہتمم

(بقیہ صفحہ ۶۳ پر ملاحظہ فرمائیں)

اداریہ

نبیوں کا چاند

- وہ آسمانِ احمدیت پر چاند بن کر چمکنے والا جو ایک عرصہ تک اپنی ضوفشانی سے ظلمت کدۂ عالم کو منور کرتا رہا۔
- وہ نبیوں کا پیارا اور محبوب جس نے ان مقدس اور برگزیدہ وجودوں کے مشن کی تکمیل میں اپنی ساری عمر گزار دی ـــــــ
- وہ نبیوں سے برکات حاصل کرنے والا اور سب سے بڑھ کر اس مقدس اور بزرگ نبی سے جو تمام فیضوں کا سرچشمہ اور منبع ہے۔ یعنی ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔
- وہ نبیوں کی صفات اور خوبیوں کا جامع جس نے انبیاء کے نمونہ پر چل کر ان کی خوبیاں اور اوصاف اپنے اندر جمع کر لیں اور ان اوصافِ حمیدہ کے نور سے اپنے وجود کو اس طرح بھر لیا جیسے چودھویں کا چاند سورج کی روشنی اپنے اندر جمع کر لیتا ہے۔
- وہ علم و معرفت کا روشن مینار جس سے ایک دنیا نے اپنے علم کی مشعلیں روشن کیں۔ اور جہالت کے پردے چاک ہوئے
- وہ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور مہدی موعود کی بشارتوں کا حامل اور مصداق تھا۔

اسم با مسمّٰی حضرت مرزا بشیر احمد

اس عظیم انسان کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے ہم آپ کے چند ہم عصروں کی زبانی آپ کی حیاتِ طیبہ کی چند جھلکیاں ہدیۂ قارئین کرتے ہیں:۔

حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ فیصل آباد نے تحریر فرمایا:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب "کشتی نوح" میں اپنی جماعت کو جن ہدایات پر کاربند ہونے کے لئے فرمایا ہے وہ ہدایات زیرِ عنوان "ہماری تعلیم" کشتی نوح میں درج ہیں اور دراصل یہ تعلیم قرآنِ حکیم اور حدیث شریف کا خلاصہ اور لُبّ ہے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی زندگی اس تعلیم کا عملی نمونہ تھا۔ آپ کے اندر علم اور عمل کے کمالات تھے۔ عفو و درگذر، رفق و مدارات، تحمّل اور برداشت، زہد و تعبّد،

اپنوں اور بیگانوں کی خیر خواہی اور ہمدردی، شجاعت اور انتظامی قابلیت مہمات امور میں اور مشکل حالات میں ہمیشہ خدا تعالےٰ پر بھروسہ رکھتے ہوئے جاں بکف اور سینہ سپر ہو جانا یہ وہ اخلاق عالیہ تھے جن کو ایک دنیا نے مشاہدہ کیا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ ان اخلاق کریمہ کی وجہ سے آپ ایک ایسے انسان تھے۔ جو احسن التقویم کا زندہ نمونہ تھے۔"

جناب قاضی محمد اسلم صاحب سابق پرنسپل ٹی آئی کالج ربوہ نے ایک نوٹ میں لکھا:۔

"آپکے ایک نمایاں وصف کی طرف میری توجہ جا رہی ہے اور وہ یہ کہ آپ ہر کام میں راستے مقرر فرما لیتے تھے ...... آپ کا طریق یہ تھا ...... مشورہ کرنے والا جو سامنے ہوتا اسے ساتھ شامل کر کے راستے ڈھونڈ لیتے اور ان کی نشاندہی بھی کروا دیتے۔ مشکل کام آسان معلوم ہونے لگتے آپ کی نظر ماشاء اللہ چاروں طرف رہتی اور توجہ ہر بات کو اس کی اہمیت اور ضرورت کے مطابق دیتے ...... دوسرے کاموں میں آپ کی دلچسپی سرسری اور ادھوری نہیں گہری اور کامل ہوتی۔ گویا اُن کے لئے وقف ہیں۔ اللہ اللہ کیا عجیب انسان تھا۔"

اور آخر میں آپ کے نصف صدی سے زائد عرصہ کے رفیق حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب سابق صدر عالمی عدالت انصاف کے تاثرات ملاحظہ فرمایئے:۔

"حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی پاکیزہ زندگی سن شعور سے لے کر دم واپسیں تک ہمارے لئے ایک نیک نمونہ اور مشعلِ راہ رہی ...... خاکسار اسی پر اکتفا کرتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی ایک نہایت اہم خدمت کی طرف مختصر سا اشارہ کر دے۔ یوں تو صاحبزادہ صاحب کی تمام زندگی ہی بنی نوع انسان اسلام اور سلسلے کی خدمت کے لئے وقف رہی اور گوناگوں رنگ میں آپ کو اس خدمت کے مواقع بفضل اللہ میسر ہوئے جن سے آپ نے پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے نہایت تندہی اور جانفشانی سے اسلام اور سلسلہ احمدیہ کے استحکام کے لئے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جن کا تعلیمی تربیتی اور اخلاقی فیض ہمیشہ جاری رہے گا۔ اور یہی آپ کی حقیقی یادگار ہوگا لیکن ان سب میں سے ممتاز اور اہم وہ خدمت اور قربانی ہے جو آپ سے حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعودؓ کی بیماری کے ہر لحظے نے طلب کی اور جسے آپ نے حد درجہ بے دریغی اور کمال بے نفسی سے پورا کیا اور سرانجام دیا۔ یہ عرصہ تمام جماعت کے لئے اور درجہ بدرجہ خدام مخلصین کے لئے۔ لیکن سب سے کہیں بڑھ کر اور کہیں زیادہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے لئے صبر آزما اور دردناک طور پر طالب بے نفسی اور

کیفیت راضی برضا رہا ہے۔ اس تمام عرصے میں جس طور پر آپ نے اپنا جسم اور اپنی روح اور اپنے قویٰ اور اپنی استعدادیں اپنے وسائل اور اپنا وقت اپنی امنگیں اور اپنے ارادے اپنی صحت اور اپنی زندگی مرضیٔ مولیٰ کے سپرد اور حوالے رکھیں۔ وہ آپ ہی کا حصہ تھا اور کسی اور سے ممکن نہ ہوتا۔ حضرت امیر المؤمنین کی بیماری اور تکلیف کا احساس اور اس کا درد اور کرب ایک طرف، جماعت کے غم اور پریشانی میں ہر کس و ناکس کے درد کا احساس اور ہر کسی کی دلجوئی اور غمخواری اور حوصلہ افزائی دوسری طرف، سلسلے کی بہبودی اور ترقی اور اس کے مختلف شعبوں کی کارگذاری کے متعلق مشوروں اور نصائح کی ذمہ داری تیسری طرف نازک خیالات اور نازک احساسات کی پاسداری چوتھی طرف۔ غرض دل دماغ فکر روح سب پر کار یار حاوی تھا۔ کارِ خویش کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ کارِ یار ہی کارِ خویش بن چکا تھا سر و جان اسی کے لئے وقف ہو چکے تھے۔ اسی میں محو تھے۔ دل بھر آتا تھا آنسو بہہ پڑتے تھے۔ جگر خون ہو کے رہ جاتا ہے۔ ولا نقول الا ما یرضی بہ ربنا والی کیفیت تھی۔"

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت میاں صاحب کے نیک نمونہ کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

کلام الامام

امام زمانہ نے فرمایا:۔

"سو تم کوشش کرو جو ایک نقطہ یا ایک شعشہ قرآن شریف کا بھی تم پر گواہی نہ دے تا تم اسی کے لئے پکڑے نہ جاؤ۔ کیونکہ ایک ذرہ بدی کا بھی قابل پاداش ہے۔ وقت تھوڑا ہے اور کار عمر ناپیدا۔ تیز قدم اٹھاؤ جو شام نزدیک ہے جو کچھ کرنا ہے وہ بار بار دیکھ لو ایسا نہ ہو کہ کچھ رہ جائے اور زیاں کاری کا موجب ہو یا سب گندی اور کھوٹی متاع ہو جو شاہی دربار میں پیش کرنے کے لائق نہ ہو۔" (کشتی نوحؑ)

"اے عزیزو! تم تھوڑے دنوں کے لئے دنیا میں آئے ہو۔ اور وہ بھی بہت کچھ گذر چکی۔ سو اپنے مولیٰ کو ناراض مت کرو۔" (کشتی نوحؑ)

سیرت و سوانح

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جناب بشارت احمد بشیر۔ ایم۔ اے۔ ربوہ

"یَاْتِیْ قَمَرُ الْاَنْبِیَآءِ وَاَمْرُكَ یَتَاَتّٰی" (الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

دسمبر ۱۸۹۲ء میں جو الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہوئے جن کا ذکر آپ نے آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۲۶۶ پر فرمایا ہے ان میں سے ایک تبشیری الہام یہ بھی تھا:

"نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کام تجھے حاصل ہو جائے گا۔"

آپ نے اس الہام کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ پر چسپاں کرتے ہوئے رقم فرمایا ہے:

"میرا دوسرا لڑکا جس کا نام بشیر احمد ہے اس کے پیدا ہونے کی پیشگوئی آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۲۶۶ میں کی گئی ہے ...... اور اس پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں۔ یاتی قمر الانبیاء وامرک یتأتی۔ یسر اللہ وجہک وینیر برہانک۔ سیولد لک الولد ویدنی منک الفضل۔ ان نوری قریب۔ یعنی نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کام بن جائے گا۔ تیرے لئے ایک لڑکا پیدا کیا جائے گا اور فضل تجھ سے نزدیک کیا جائے گا یعنی خدا کے فضل کا موجب ہوگا نیز یہ کہ شکل و شباہت میں فضل احمد سے جو دوسری بیوی سے میرا لڑکا ہے مشابہت رکھے گا۔ اور میرا نور قریب ہے چنانچہ ...... ۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء کو جیسا کہ اشتہار ۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء سے ظاہر ہے اس پیشگوئی کے مطابق وہ لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بشیر احمد رکھا گیا۔"

جماعت احمدیہ کا ہر فرد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام پر ایمان لاتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ "قمر الانبیاء" اس الہام کے مصداق تھے۔ کیونکہ قمری صفات آپ میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ اس الہام کا مطلب یہ ہے کہ چاند کی روشنی اپنی ذاتی نہیں ہوتی بلکہ وہ سورج سے مستعار لیتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے مامورین و مرسلین بمنزلہ سورج کے ہوتے ہیں اور اُن کے بعض اُمتی بمنزلہ

چاند کے ہوتے ہیں۔ جو انبیاء کرام علیہم السلام کے نور سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔

اس عالمِ مادی کو عالمِ روحانی سے ایک گہرا تعلق ہے۔ قرآن مجید نے بارہا اس عالمِ کائنات پر غور و فکر کی دعوت دی ہے۔ جس طرح اس مادی عالم میں اندھیری راتوں میں چاند اور ستاروں کے ذریعہ بھولے بھٹکے مسافر اپنی راہ تلاش کرکے منزلِ مقصود کی طرف رواں دواں ہوتے ہیں اسی طرح روحانی عالم میں خدا تعالیٰ کے نیک پارسا بندے روحانی تاریکی میں بمنزلہ نجوم ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وھو الذی جعل لکم النجوم
لتھتدوا بھا فی ظلمٰت البرّ
والبحر (الانعام) وعلٰمٰت وبالنجم
ھم یھتدون۔

اس لئے آنحضورؐ نے اپنے صحابہ کے لئے اصحابی کالنجوم بایّھم اقتدیتم اھتدیتم فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک قلیل مدت میں اسلامی سلطنت تمام دنیا میں قائم ہوگئی اور صحابہ اشاعت اسلام کی غرض سے ساری دنیا میں پھیل گئے اور جہاں اور جس جگہ ان کا قیام رہا وہاں انہوں نے علوم و معارف کے چشمے بہائے اور گم گشتہ مخلوق کے لئے مشعلِ راہ کا کام دیتے رہے۔

دنیا میں ہزاروں انسان پیدا ہوتے ہیں اور اپنی اجل مقرر کو پہنچ کر راہئ ملکِ بقا ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا کوئی نام لیوا نہیں ہوتا۔ مگر بعض ایسی ممتاز شخصیتیں بھی ہوتی ہیں جو ہزارہا مخلوق خدا کے دلوں پر اپنے انمٹ نقوش چھوڑ جاتی ہیں۔ ان روحانی ہستیوں میں سے ایک حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی ذات بابرکات بھی تھی۔ آپ ۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء کو پیدا ہوئے اور ۲ ستمبر ۱۹۶۳ء کو آپ کا وصال ہوا۔ اس سارے عرصے میں آپ نے انبیاء علیہم السلام کی عظمت کے قیام ان کے نوروں کی پیروی و اشاعت کے ذریعہ اور مصیبت زدہ انسانوں کی ٹھنڈی سکینت کی کیفیت پیدا کرکے اپنا قمر الانبیاء ہونا ثابت کردیا۔

ارشادِ ربانی وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا کے مطابق چاند کی روشنی ذاتی نہیں ہے بلکہ وہ بالواسطہ سورج سے روشنی حاصل کرتا ہے اسی طرح نبی خدا تعالیٰ سے نور پاکر سورج کی حیثیت رکھتا ہے اور امتی اس سے بالواسطہ نور حاصل کرکے چاند قرار پاتے ہیں۔ قمر الانبیاء کے معنے ہوئے کہ نبیوں سے نور حاصل کرنے والا اور ان کی عظمت و صفات کو پھیلانے والا اور ان کی روشنی میں اپنی بود و باش رکھنے والا۔ اور یہ جملہ صفات آپ کی شخصیت میں نمایاں طور پر موجود تھیں۔

حضرت میاں صاحبؓ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور تمام خداداد استعدادیں خدمتِ دین کے لئے وقف تھیں۔ آپ کو ۱۹۵۵ء میں رؤیا میں تحریک کی گئی کہ احمدی نوجوانوں کو تحقیقی مضامین لکھنے اور

اسلام واحمدیت کی تائید میں علمی لٹریچر کی تصنیف کی طرف توجہ دلائیں۔ چنانچہ آپ نے الفضل سالانہ نمبر ۱۹۵۸ء اور جنوری ۱۹۵۹ء میں دو مقالے رقم فرمائے۔ اس مقالہ کا ایک اقتباس درج ذیل ہے۔ جس سے آپ کے جذبۂ خدمتِ دین کا پتہ چلتا ہے۔

"بہرحال اس زمانہ میں جبکہ اسلام کے دشمن اسلام کی تعلیم اور حضرت سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات کے خلاف ہزاروں لاکھوں رسالے اور کتابیں شائع کر رہے تھے قلم سے بڑھکر اسلام کی مدافعت اور اسلام کے پُرامن مگر جارحانہ علمی اور روحانی حملوں سے زیادہ طاقتور کوئی اور ظاہری ذریعہ نہیں۔"

جب خاکسار سیرالیون مغربی افریقہ میں مبلغ انچارج تھا تو آپ اپنے قیمتی نصائح سے وقتاً فوقتاً نوازتے رہے چنانچہ اس وقت انہوں نے خط وکتابت کے ذریعہ سے جو نصائح فرمائی تھیں ان میں سے ایک خط کا اقتباس درج ذیل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو تبلیغ اسلام اور اس کی اشاعت کا کس قدر درد تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عزیزم مکرم مولوی بشارت احمد صاحب بشیر!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ کا خط مورخہ ۲۰ ش ۵۹ موصول ہوا۔ جزاکم اللہ خیراً۔ آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ اپنے ملک کے تبلیغی حالات سے مجھے مطلع رکھتے ہیں۔ مجھے افریقہ کی تبلیغ کی طرف بڑی توجہ ہے اور اس کیلئے گویا مجسم دعا ہوں مجھے یقین ہے کہ اس ملک میں اخلاص کیساتھ تبلیغ کرنیوالے خدا کی خاص نعمتوں سے حصّہ پائیں گے۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آخری زمانہ میں پستی اور تاریکی میں پڑے ہوئے لوگ سر اٹھائیں گے پس اس سر اٹھانے میں جو لوگ ان قوموں کی مدد کریں گے وہ خدا کی نصرت کے خاص حقدار ہوں گے۔"

"آپ جماعت میں نئے داخل ہونے والے دوستوں کو میری طرف سے سلام پہنچا دیں اور استقامت کی نصیحت کریں۔ اور جماعت میں اگر کوئی اختلاف ہو تو اسے حکمت اور دانائی سے دور کرتے رہیں۔ جماعتی اختلاف گویا ایک گھن ہوتا ہے جو جماعت کے اتحاد کو کھا جاتا ہے۔"

والسلام

(مرزا بشیر احمد)

اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے نیک نمونہ کو زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

منظومات

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

—— محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس بیگم صاحبہ ——

وہ جو احمد بھی ہے اور محمدؐ بھی ہے
وہ مؤیِّد بھی ہے اور مؤیَّد بھی ہے
وہ جو واحد نہیں ہے پہ واحد بھی ہے
اک اُسی کو تو حاصل ہؤا یہ مقام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

سوچا جب وجہ تخلیق دنیا ہے کیا؟
عرش سے تب ہی آنے لگی یہ ندا
مصطفیٰ، مصطفیٰ، مصطفیٰ، مصطفیٰ
وہ ہے خیر البشرؐ وہ ہے خیر الانام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

قطبِ رُوحانیت۔ ذاتِ قبلہ نما
ہادی و پیشوا، رہبر و رہنما
مرشد و مقتدا، مجتبیٰ مصطفیٰ
حق کا پیارا نبی اور چنیدہ امام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

اس کی سیرت حسیں، اس کی صورت حسیں
کوئی اس سا نہ تھا، کوئی اس سا نہیں
اس کا ہر قول ہر فعل ہے دل نشیں
خوش وضع، خوش ادا، خوش نوا۔ خوش کلام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

وہ صدوق و امین و رؤف و رحیم
وہ نذیر و بشیر و رسولِ کریم
ذات اس کی ہے تفسیر خُلقِ عظیم
اس کے اخلاق کامل ہیں خِلقت ہے تام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

رحمتِ تام بہرِ صغیر و کبیر
وہ مہِ ضو فشاں اور مہرِ منیر
بحرِ ظلمات میں روشنی کا سفیر
اس کے دم سے ہوا روشنی کا قیام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

وہ محبت کا نادی محبت اتم
وہ مروّت کا پیکر وہ رحمت اتم
عفو اور درگذر اور اخوّت اتم
ہر خوشی کا وہ منبع مسرّت تمام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

مرد کے بس میں تھی عورتوں کی حیات
اس نے ہر ظلم سے ان کو دی ہے نجات
اس نے عورت کی تکریم کی کہہ کے بات
کہ دنیا میں ہوں رحم و کرم کا امام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

زندہ رہنے کا عورت کو حق دے دیا
اس کے اُلجھے مقدّر کو سُلجھا دیا
خُلد کو اس کے قدموں تلے کر دیا
اس نے عورت کو بخشا نمایاں مقام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

درسِ ضبط و تحمل کا یوں بھی دیا
وہ کہ جو آپ کی جان لینے چلا
ایسے دشمن سے بھی در گذر کر دیا
ہاتھ میں گرچہ تلوار تھی بے نیام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

اہلِ ثروت کو ثروت کا حق دے دیا
عبد کو بھی قیادت کا حق دے دیا
ہر کسی کو شریعت کا حق دے دیا
وہ سکونِ خواص و قرارِ عوام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

ہے صفاتِ الٰہی کا مظہر وہی
آئندہ سے گزشتہ سے بہتر وہی
نوعِ انسان کا ہے مقدّر وہی
ختم اُس پہ نبوّت شریعت تمام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

وہ محمدؐ ہے احمدؐ ہے محمود ہے
وہ شہادت ہے شاہد ہے مشہود ہے
وہ جو مقصد ہے قاصد ہے مقصود ہے
اس کی خاطر ہوا اس جہاں کا قیام
اس پہ لاکھوں درود اور لاکھوں سلام

ہر حسیں خلق اُس میں ہی موجود ہے
وہ جو روزِ ازل سے ہی موعود ہے
ماسوا اس کے ہر راہ مسدود ہے
میری ہر سانس کا اُس کو پہنچے سلام
اس پہ لاکھوں درود اور لاکھوں سلام

کون کہتا ہے زندہ ہے عیسیٰؑ نبی
جس کی تعلیم زندہ ہو، زندہ وہی
جس کا ہر قول تازہ ہے سنّت ہری
اُس کو حاصل ہوئی ہے بقائے دوام
اس پہ لاکھوں درود اور لاکھوں سلام

میرے آقا کی زندہ شریعت بھی ہے
اس کا اُسوہ بھی ہے اس کی سیرت بھی ہے
اس کے اقوال بھی اس کی سنّت بھی ہے
اس کے سجدہ و قعدہ، رکوع و قیام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

اس کی عاشق ہے خود ربِّ اکبر کی ذات
اس کے زیرِ نگیں ہے یہ کل کائنات
اس نے ثابت کیا وصل کی ایک رات
اس کے پاؤں کی ہے دھول یہ نیلی فام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

تھے کبھی جبرئیلِ امیں راز داں
اور کبھی یونہی آپس میں سرگوشیاں
جلوتیں اُس کی ہر طور خلوت نشاں
اس کی صبح حسیں اس کی تابندہ شام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

اس کے قدموں تلے یہ خدائی ہوئی
عرش تک اک اسی کی رسائی ہوئی
کُل فضا نور میں تھی نہائی ہوئی
تھے خدا اور حبیبِ خدا ہم کلام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

ذاتِ باری نے یہ تک تو فرما دیا
جو محمدؐ کا ہے وہ ہمارا ہُوا
وہ ملا تو سمجھ لو خدا مِل گیا
کس قدر پیار ہے کس قدر احترام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

حشر تک چشمہ جاری ہے فیضان کا
وا ہے در آج بھی جذب و ایقان کا
کیا نبی اور ہے کوئی اس شان کا
ہو مسیحِ زماں جس نبی کا غلام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

وہ معارف کا اک قلزمِ بیکراں
فخرِ انسانیت رشکِ قدسیاں
اس کی توصیف ہو کس طرح سے بیاں
ہے زباں شرمسار اور نادم کلام
اس پہ لاکھوں درود اور لاکھوں سلام

سیرت و سوانح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تجارتی سفر

جناب محمود مجیب اصغر انجینئیر ۔ لاہور

یہ مضمون سال ۷۷-۱۹۷۶ء کے انعامی مقابلہ مقالہ نویسی میں اوّل قرار پایا تھا جس کا ایک حصہ اس اشاعت میں ہدیۂ قارئین ہے۔ (ادارہ)

پس منظر

عرب ایک غیر متوازی الاضلاع جزیرہ نما ہے جس کا طول ۲۵۰۰ کلومیٹر اور عرض ۲۰۰۰ کلومیٹر ہے اس کے شمال میں فلسطین وشام ۔ مشرق میں جیرہ دجلہ و فرات اور خلیج فارس ۔ جنوب میں بحر اوقیانوس، ہند اور خلیج عمان ۔ اور مغرب میں بحیرۂ احمر واقع ہے تمام ملک میں پہاڑوں کا جال ہے ۔ جابجا بے آب و گیاہ صحراء ہیں ۔ جغرافیہ دانوں نے جزیرہ نما عرب کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے ۔ ۱ ۔ تہامہ ۔ ۲ ۔ حجاز ۔ ۳ ۔ نجد ۴ ۔ یمن ۔ ۵ ۔ عروض (یمامہ، عمان اور بحرین)

جو عرب شہری زندگی گزارتے تھے وہ عرب کے شہروں میں تجارت کرتے تھے ۔ اُن کے تجارتی قافلے دور دور تک جاتے تھے عرب اپنے راستے رات کے وقت ستاروں کی روشنی اور ان کی نقل و حرکت سے دریافت کرتے تھے ۔ ان کی تجارت ایک طرف شام، عراق، فلسطین، حبشہ اور مصر تک اور دوسری طرف ہندوستان سے چین تک پھیلی ہوئی تھی ۔ یمن اور شام زیادہ تر کپڑا برآمد کرتے تھے ۔ ان کے امراء ہندوستان کی بنی ہوئی تلواروں کی خاص قدر کرتے تھے ۔ عرب اچھی قسم کی شراب اور کھجوروں کا کاروبار کرتے تھے ۔ پشم سازی، مُر، لوبان، اور دوسری خوشبوؤں کا بھی کاروبار یمن اور دیگر شہروں میں کیا جاتا تھا ۔ عمان اور بحرین کے سواحل پر موتیوں کا کاروبار ہوتا تھا ۔

بقیہ عرب سوائے یمن اور بعض شمالی علاقوں کے بدوی زندگی بسر کرتے تھے ۔ قبائل نے ملک کے علاقے تقسیم کئے ہوئے تھے ان علاقوں میں وہ چکر کھاتے پھرتے تھے جہاں پانی ملتا ۔ ڈیرے ڈال دیتے ان کی جائداد گھوڑے اونٹ بھیڑ بکریاں وغیرہ تھیں ان مویشیوں کو وہاں کافی اہمیت تھی ۔ عرب مویشیوں کی اُون سے کپڑے اور ان کی کھالوں سے خیمے بناتے تھے ۔ اور جو حصہ بچ جاتا اسے منڈیوں میں جا کر بیچ دیتے تھے یہ لوگ مویشیوں کی تجارت بھی کرتے تھے ۔ عرب کے گھوڑے خوبصورتی اور رفتار میں دنیا بھر میں اپنا جواب نہیں رکھتے ۔ اونٹ صحراؤں کا جہاز سمجھا جاتا ۔ بے آب و گیاہ پہاڑیوں، خشک دروں اور ریگزاروں سے گزرنے کے لئے اونٹ کے سوا اور کوئی ذریعۂ سفر موجود نہ تھا ۔

عرب میں سال کے مختلف حصوں میں مختلف
مقامات پر تجارتی میلے لگتے تھے۔ ان میلوں میں دُور
دراز سے تاجر آکر شامل ہوتے تھے اور تجارت کرتے
تھے۔ ان میلوں میں شام کے قریب دومۃ الجندل، بحرین
میں مشقر۔ عمان میں دبا۔ یمن میں صنعاء اور حجاز
میں عکاظ خاص شہرت رکھتے تھے۔

قدیم زمانے میں مصالحے کی سڑک شہر مکہ کے درمیان
سے گذرتی تھی۔ مگر اس سے پہلے وہ مآرب اور غزہ
(مصر سے متصل شام کا تجارتی شہر) کے وسط میں
کاروانِ تجارت کا ایک منزل گاہ تھا جس کے مالک
قریش تھے۔ قریش ایک تجارت پیشہ قوم تھی۔ ہر سال
زائرین حج بڑی تعداد میں مکہ میں آتے اور اپنے
ساتھ تجارتی سامان بھی لاتے۔ یکم ذیقعدہ تا ۲۰ ذیقعدہ
عرب قبائل طائف اور نخلہ کے درمیان عکاظ کے
مقام پر تجارتی منڈی لگاتے۔ پھر مرالظہران سے
متصل مکہ سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر مجنہ میں جا کر
آخر ذیقعدہ تک تجارتی منڈی ہوتی پھر ذوالمجاز
کے تجارتی میلے میں چلے جاتے جہاں یکم ذی الحجہ تا
آٹھ ذی الحجہ تک رہتے۔ بعد ازاں حج کو نکلتے۔

قریش خانہ کعبہ کے متولی ہونے کی وجہ سے
سارے عرب میں مذہبی حکومت کرتے تھے۔ اُن کے
تجارتی قافلے بڑی آسانی سے صحراؤں کو عبور کرتے
جنگلوں میں سفر کرتے وادیوں میں پھرتے دریا یا نالوں
میں سے گزرتے تھے اور ان کے قافلے لُوٹ مار سے
محفوظ رہتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
جدّ امجد ہاشم نے قبائل عرب سے تجارتی معاہدے کرکے
اس خاندانی طریقۂ اکتساب کو زیادہ مستحکم اور باقاعدہ
کر دیا۔ اصحاب الفیل کے واقعہ کے بعد قریش مکہ کے
تجارتی قافلوں کی مختلف موسموں میں نقل و حرکت
اور بھی زیادہ آسان ہو گئی۔

اصحاب الفیل کا واقعہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی پیدائش سے چالیس دن پہلے وقوع پذیر
ہوا۔ اس وقت یمن اور بحر احمر تک کا علاقہ حبشہ
کی مسیحی حکومت کے ماتحت تھا۔ یمن کے مسیحی گورنر
ابرہہ کو عرب کے دور دراز علاقوں سے زائرین حج
کا مکہ آنا بہت ناگوار گزرتا تھا۔ اس نے صنعاء
میں ایک کلیسا بنوایا اور اس کا نام کعبہ رکھا۔ نیز
حکم دیا کہ اس نئے کعبہ کا طواف کیا جائے۔ کسی عرب نے
اس میں پاخانہ پھر دیا۔ جس پر ابرہہ نے کعبۂ ابراہیمی
کو گرانے کی قسم کھائی۔ اور افریقی اور ہندوستانی
طریقۂ لڑائی کے مطابق ہاتھیوں کے ساتھ مکہ
پر حملہ آور ہوا۔ لیکن چیچک کے مرض سے سارے
لشکر سمیت تباہ ہو گیا۔

آنحضورؐ کے سفر

سولہ سال کی عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنا خاندانی پیشہ تجارت اپنایا۔ حضورؐ کے
پاس اپنا کوئی ذاتی سرمایہ نہ تھا اس لئے حضورؐ نے
دوسروں کی شراکت میں تجارت کا کام شروع کیا۔ خاندانی
پیشہ کی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تجارت

کا کافی علم تھا۔ اور آنحضرتؐ کی شخصیت سے لوگ متأثر بھی تھے اس لئے سرمایہ دار منافع کی شرکت پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تجارت کے لئے اپنا سرمایہ دیتے تھے۔ بعض اوقات حضورؐ اُجرت پر بھی لوگوں کا تجارتی مال ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے تھے۔ حجاز میں طائف اور مدینہ تک حضورؐ تجارت کی غرض سے تشریف لے جاتے رہے۔ اور حجاز کے باہر سرزمین عرب میں حضورؐ یمن۔ شام اور بحرین بھی تشریف لے گئے۔

۱۔ یمن کے تجارتی سفر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سولہ سال کی عمر میں پہلا تجارتی سفر اپنے چچا زبیر بن عبد المطلب کے ساتھ یمن کی طرف کیا۔ اس سفر کی تفصیل معلوم نہیں۔ بعض مؤرخین نے اس سفر کی تردید بھی کی ہے۔ البتہ مکّہ کی ایک رئیس عورت خدیجہ بنت خویلد (جو بعد میں حضورؐ کے حرم میں آئیں اور اُمّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کہلائیں) نے حضورؐ کو اپنا تجارتی مال دے کر یمن میں دو مرتبہ بھیجا۔ حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے اور علامہ ذہبی نے اس کی تصدیق کی ہے کہ یمن کے ایک تجارتی شہر جرش میں حضورؐ دو مرتبہ تشریف لے گئے اور ہر دفعہ حضرت خدیجہؓ نے معاوضہ میں ایک اونٹ دیا۔

یمن کا صوبہ جو بحر ہند اور بحر احمر کے ساحل پر واقع ہے عرب میں سب سے زیادہ سرسبز و شاداب اور نہایت زرخیز ہے۔ یمن کے سواحل ہندوستان اور حبش کی پیداوار کی منڈی تھے۔ ہندوستان کا سروسامان سمندر کے راستے یمن کے تجارتی مرکزوں میں پہنچ سکتا تھا۔ وہاں سے عربی سامانِ تجارت شامل ہو کر قافلوں کے ذریعے خشکی اور بحری راستوں سے شام اور فلسطین اور وہاں سے انطاکیہ یا دمشق چلا جاتا تھا۔ حضرموت میں سوق الرابیہ کے نام سے ایک بازار لگتا تھا۔ اور اس کے متصل شہر مہرہ میں دوسرا بازار لگتا تھا۔ جہاں مختلف علاقوں سے آئے ہوئے تجار خرید و فروخت کرتے تھے۔

۲۔ نجد اور تہامہ کے تجارتی سفر

حجاز سے مشرقی جانب وسط عرب میں نجد ایک سرسبز و شاداب، اور بلند و فراز قطعۂ ملک ہے اور تین طرف سے بے آب و گیاہ صحراؤں سے گھرا ہوا ہے۔ نجد عرب کے مشہور قبیلے بکر بن وائل کا مکن تھا۔ کلیب جس سے بڑھ کر عرب جاہلیت کے نزدیک کوئی معزز نہیں اسی قبیلے کا سردار تھا اور تہامہ وہ حصّہ زمین ہے جو حجاز کا یمن کی طرف جنوبی حصّہ ہے۔ نجد کے پھول گھوڑے اُونٹ مشہور تھے۔ ہر قسم کے میوے یہاں کثرت سے پیدا ہوتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تجارتی اغراض سے ان علاقوں میں بھی تشریف لے گئے۔

اسی طرح عرب میں جو مختلف مقامات میں

بازار قائم تھے۔ ان میں حباشہ کا ذکر بھی ملتا ہے جو تہامہ میں واقع ہے طبری نے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور ایک دوسرے قریشی کو تہامہ کے بازار حباشہ میں تجارت کے لئے معاوضہ پر بھیجا تھا۔

۳۔ بحرین کے تجارتی سفر

قدیم زمانے میں قبائل طسم وجدیس خلیج فارس کے سواحل پر یمامہ۔ بحرین اور عمان میں آباد تھے۔ یونانیوں اور رومیوں نے عرب تجارت پیشہ قوموں میں یہاں کے باشندوں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے ان کی تجارت ہندوستان تک پھیلی ہوئی تھی قدیم قبائل کی تباہی کے بعد مدت تک یہاں ویرانی رہی۔ حتیٰ کہ اسماعیلی اور قحطانی عربوں نے یہاں کا رخ کیا۔ ربیعہ اسماعیل کی ایک شاخ عنزہ بن اسد اور کہلان قحطانی کی بعض اولادوں نے بحرین پر اور بنو حنیفہ (جو بکر بن وائل کی ایک شاخ تھی) نے یمامہ پر قبضہ کر لیا۔

عمان اور بحرین کے سواحل موتیوں کی کانیں تھیں۔ تاریخی شواہد سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تجارتی اغراض کے لئے ان علاقوں میں بھی تشریف لے گئے۔ عہد نبوت میں جس سال حضورؐ کی خدمت اقدس میں عرب کے تمام دور دراز مقامات سے وفود آئے ان میں جب بحرین سے عبد القیس کا وفد آیا تو حضورؐ نے بحرین کے ایک ایک مقام اور سردار کا نام لے کر وہاں کا حال پوچھا لوگوں نے تعجب سے کہا کہ حضورؐ ہمارے ملک کا حال ہم سے زیادہ جانتے ہیں! حضورؐ نے فرمایا۔ "میں نے تمہارے ملک کی خوب سیر کی ہے۔" (مسند احمد بن حنبل)

(ظہور اسلام کے وقت بحرین اہل فارس کے قبضہ میں تھا۔ اور فارس کی طرف سے ایک عرب خاندان نائب حکومت تھا۔ یمامہ بدستور بنو حنیفہ کے ہاتھ میں تھا۔ بحرین خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسلمان ہو گیا۔ یمامہ مسلمان ہو کر مرتد ہو گیا اور پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں ایک جنگ کے بعد مطیع ہو گیا)

۴۔ شام کے تجارتی سفر

سن ۳۲ ق۔ ھ میں بیس سال کی عمر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے شام کی طرف

تجارتی سفر کیا۔ حضورؐ کے ہمراہ حضرت ابوبکرؓ بھی تھے اس سفر نے حضرت ابوبکرؓ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عمر بھر کا رفیق بنا دیا۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کو بعد میں قبول اسلام کے لئے کسی اعجاز کی ضرورت نہ پڑی۔ تجارتی شراکت کی وجہ سے وہ خوب جانتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم راستباز اور امین ہیں اس لئے حضرت ابوبکرؓ ہی حضور پر ایمان لانے میں سب پر سبقت لے گئے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تجارتی سفروں کے دوران دیانت وامانت۔ لیاقت۔ سچائی۔ حسن خلق کا خوب شہرہ ہوا۔ مکہ کے قبیلہ بنو اسد کی ایک معزز خاتون خدیجہ بنت خویلد قریش میں ایک مالدار عورت تھیں۔ وہ اپنے کارندوں کے ہاتھوں یمن۔ بحرین اور شام کی طرف مالِ تجارت بھیجا کرتی تھیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شہرت سُنکر انہوں نے اپنے بھتیجے قطیمہ کو حضورؐ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ حضورؐ ان کا مالِ تجارت لے کر شام کی طرف جائیں اور بطور کارندہ خدمات سرانجام دیں۔ حضورؐ نے اس پیشکش کو قبول فرما لیا۔ اور ایک مقررہ معاوضے پر خدیجہؓ کا مال لے کر شام روانہ ہوئے۔ حضورؐ کی خدمت کے لئے حضرت خدیجہؓ نے اپنا ایک غلام میسرہ بھی ساتھ بھیجا۔ غالباً حضرت خدیجہؓ کے ایک عزیز خزیمہ بن حکیم بھی ہمراہ گئے۔

اس سفر میں حضورؐ کی محنت وبرکت اور دیانتداری کے طفیل اللہ تعالےٰ کے فضل سے بہت منافع ہوا بہت جلد واپس آکر حضورؐ نے حضرت خدیجہؓ کو پائی پائی کا حساب دے دیا۔ اور اپنا معاوضہ لے کر گھر چلے آئے۔

حضرت خدیجہؓ حضورؐ کے اخلاق سے پہلے ہی متأثر تھیں سفر سے واپسی پر حضرت خدیجہؓ کے غلام میسرہ اور بھتیجے قطیمہ نے حضورؐ کی راستبازی بلندئی اخلاق اور محنت ولیاقت کی بہت تعریف کی جس کے نتیجے میں حضرت خدیجہؓ نے خود حضورؐ کو اپنے ساتھ نکاح کرنے کی پیشکش کی جسے حضورؐ نے اپنے چچا حضرت ابوطالب کے مشورہ کے بعد قبول فرما لیا اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس سال اور حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال تھی۔

نتائج واثرات

صادق اور امین کا خطاب

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ان تجارتی سفروں میں حضورؐ کی دیانت وامانت، راستبازی۔ خوش معاملگی خداداد قابلیت اور غیر معمولی محنت کی وجہ سے رفتہ رفتہ حضورؐ کی شہرت دُور دُور تک پھیل گئی اور ساری قوم نے حضورؐ کو "صادق اور امین" کا خطاب دیا۔ جس کی پیشگوئی کتب سماویہ میں پہلے سے موجود تھی۔ جیسا کہ لکھا ہے:۔

"وہ امین و صادق کہلاتا ہے اور اس کا ایک نام لکھا ہوا ہے۔ جسے اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔"

(مکاشفہ یوحنا باب ۱۹-۱۱)

دراصل ان تجارتی سفروں میں حضور کا جن لوگوں سے بھی معاملہ پڑا سب نے ہی حضور کو "بے حد امین" "صادق القول" "راست کردار" اور خوش معاملہ پایا۔

سائبؓ ایک صحابی تھے جب ایمان لائے تو بعض لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کی تعریف کی حضورؐ نے فرمایا "میں سائبؓ کو تم سے زیادہ جانتا ہوں" سائبؓ نے عرض کیا "میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ ایک مرتبہ میرے ساتھ تجارت میں شریک تھے۔ اور آپ نے معاملہ ہمیشہ صاف رکھا۔" قیس بن سائب مخزومی ایک اور صحابی بھی حضورؐ کے شریک تجارت تھے۔ وہ بھی انہی الفاظ میں حضورؐ کے حسن معاملہ کی شہادت دیتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن ابی الحمساءؓ ایک اور صحابی بیان کرتے ہیں کہ بعثت سے پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے خرید و فروخت کا معاملہ کرنے کے دوران مجھے کسی کام سے تھوڑی دُور جانا پڑا۔ اتفاق سے تین دن تک میں وعدہ کے مطابق واپس نہ آسکا۔ تیسرے دن جب مجھے وعدہ یاد آیا تو میں نے واپس آکر حضورؐ کو اسی جگہ منتظر پایا لیکن اس وعدہ کی خلاف ورزی پر آپ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا۔

حضرت المصلح الموعودؓ حضورؐ کے اس خطاب کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"عرب کی تاریخ بتاتی ہے کہ عرب لوگ ازل سے کبھی کسی آدمی کو یہ خطاب نہیں دیا کرتے تھے بلکہ عربوں کی سینکڑوں سال کی تاریخ میں صرف ایک ہی مثال محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ملتی ہے کہ آپ کو اہل عرب نے امین اور صدیق کا خطاب دیا۔....

عرب اپنی باریک بینی کی وجہ سے دنیا میں ممتاز تھے۔ پس جس چیز کو وہ نادر قرار دیں وہ یقیناً دنیا میں نادر ہی سمجھے جانے کے قابل تھی۔" (دیباچہ تفسیر القرآن)

ہندوستان میں مسز اینی بیسنٹ تھیوسوفیکل سوسائٹی کی پیشوا اور بڑی مشہور خاتون لکھتی ہیں:۔
"پیغمبر اعظم (صلے اللہ علیہ وسلم) کی جس بات نے میرے دل میں ان کی عظمت و بزرگی قائم کی ہے وہ ان کی صفت ہے جس نے انکے ہموطنوں سے "الامین" کا خطاب دلوایا۔ کوئی صفت اس سے بڑھکر نہیں ہوسکتی۔" (تاریخ اسلام مؤلفہ اکبر شاہ نجیب آبادی)

یہی وجہ ہے کہ تمام مکہ والے حضورؐ کی دیانت و امانت پر کامل اعتماد رکھتے ہوئے اپنی امانتیں حضورؐ کے پاس رکھواتے تھے۔ یہانتک کہ جب حضورؐ نے ہجرت مدینہ فرمائی تو حضرت علیؓ کو اپنی جگہ چھوڑ گئے تاکہ وہ لوگوں کی امانتیں واپس کر کے مدینہ آئیں۔

آداب تجارت

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تجارتی سفروں نے حضورؐ کو بہت سی خوبیوں سے واقف کرا دیا جو عملی اصولِ تجارت میں داخل ہیں۔ احادیث میں بیع وشرا سے متعلق جو اوامر و نواہی ملتے ہیں ان کے پس پشت حضورؐ کے تاجرانہ تجربات بھی جھلکتے نظر آتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بڑی تاکید فرمایا کرتے تھے کہ تجارت میں بالکل دھوکہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اور بغیر دیکھے کوئی چیز نہیں لینی چاہیئے۔ اور سودے پر سودا نہیں کرنا چاہیئے۔ اور سامان کو اس لئے نہیں روک رکھنا چاہیئے۔ کہ جب اس کی قیمت بڑھ جائے گی تو اس کو فروخت کریں گے۔ حضورؐ نے تجارتی قافلے کو آگے جا کر ملنے اور سودا کر لینے سے منع فرمایا ہے تاکہ مال بازار آئے اور قیمتوں میں اعتدال رہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے تجارت آپس کی رضامندی سے اور نقد ہونی چاہیئے۔ حضورؐ نے بازار میں شور و غل کرنا مکروہ قرار دیا ہے۔ سورۂ بقرہ کے نزول کے بعد حضورؐ نے شراب کی تجارت کو حرام قرار دے دیا۔ تجارت میں اخلاقی دیانت اور تجارتی دیانت کا تصوّر بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی دیا ہے۔ اور تجارت کو حسناتِ دنیا میں شامل فرمایا ہے۔

قبائلِ عرب سے تعارف

ان سفروں کے دوران قبائل عرب سے حضورؐ متعارف ہوئے جو بعد میں اسلام کی اشاعت کے لئے مفید ثابت ہؤا۔

آدابِ سفر

ان تجارتی سفروں کی بناء پر حضورؐ نے ہمیں آداب سفر سکھائے۔ اپنے تجربات اور نبوت کے بعد اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں حضورؐ نے فرمایا۔ کہ سفر پر جانے سے پہلے استخارہ کیا جائے۔ سفر شروع کرنے سے پہلے دعا کی جائے سواری پر چڑھتے وقت دعا کی جائے سفر کے دوران دعائیں کی جائیں کسی بستی میں داخل ہونے اور بازار میں داخل ہونے وقت دعائیں کی جائیں حضورؐ نصیحت فرماتے کہ جو لوگ باہر سفر کے لئے جاتے ہیں۔ انہیں جلدی گھر واپس آنا چاہیئے۔ تاکہ انکے بیوی بچوں کو تکلیف نہ ہو۔ حضورؐ نے واپسی پر دن کے وقت گھر میں داخل ہونے کی ہدایت فرمائی ہے۔

منظومات

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی یاد میں!

(جناب محمد علی مضطر۔ لاہور)

روٹھ کر جب وہ وضعدار گیا ۔۔۔ تیر اک دل کے آر پار گیا

ابنِ احمد برادرِ محمودؓ ۔۔۔ اور یارِ ازل کا یار گیا

قمر الانبیاءؑ۔ حلیم و حکیم ۔۔۔ پیکرِ عجز و انکسار گیا

حسن و احسان میں نظیرِ پدرؑ ۔۔۔ آدمیت کا شاہکار گیا

بے نواؤں کا غم کے ماروں کا ۔۔۔ چین جاتا رہا۔ قرار گیا

اس کا اٹھنا، جہان کا اٹھنا ۔۔۔ علم رخصت ہوا۔ وقار گیا

دینِ احمد پہ ہو گیا قرباں ۔۔۔ بوجھ جتنے تھے سب اتار گیا

اپنے اک دلربا تبسم سے ۔۔۔ میری بگڑی ہوئی سنوار گیا

زہے اس کی حیات اس کی ممات ۔۔۔ کامیاب آیا۔ کامگار گیا

اپنے بھائی کو چھوڑ کر تنہا ۔۔۔ اپنے بھائی کا غمگسار گیا

وہ "بغیرِ حساب" کا مصداق ۔۔۔ مغفرت کا امیدوار گیا

وقتِ رخصت بصد ہزار درود ۔۔۔ لیکے اشکوں کا میں بھی ہار گیا

فرطِ غم سے نہ جانے کیوں مضطر ۔۔۔ اس کے در پہ میں بار بار گیا

۲ انٹرویو

جاپان کی معروف ترین کوہ پیما خاتون سے انٹرویو

(جناب عبدالرحمٰن ملک)

س: "کوہ پیمائی کے لئے آپ کا باقاعدہ پروگرام (SCHEDULE) کیا ہے؟" اس سوال پر الیمائی سان نے کہا:-

ج: "میرے کام کی نوعیت ایسی ہے کہ مہینے میں صرف دو چھٹیاں ملتی ہیں ان کے دوران کوہ نوردی کے لئے نکل جاتی ہوں گرمیوں میں کچھ چھٹیاں لے کر یورپ کے پہاڑوں میں جاتی ہوں اور سردیوں میں ہمالیہ پر جیسے

اب اگلی سردیوں میں نیپال میں ایورسٹ کے دامن میں ایک جاپانی ہوٹل ہے" ایورسٹ ویو ہوٹل"۔ وہاں جانے کا پروگرام ہے ...... معاف کیجئے گا ......"

کیفے کے ملازم کو آواز دیتے ہوئے "ذرا ہائی لائٹ تو لا دیجئے"

اس میں الیمائی سان کا کچھ زیادہ قصور نہیں ہے۔ جاپان میں شراب نوشی کے بعد تمباکو نوشی سب سے بڑی عادت ہے انہوں نے ہائی لائٹ سلگایا اور اس کے کش لگاتے

ہوئے سلسلۂ کلام جاری رکھا۔

س :- کوہ پیمائی کے لئے آپ کے خیال میں کن خصوصیات کی ضرورت ہے ؟"

ج :- کوہ پیمائی کا ماہر کوئی بنے یا نہ بنے لیکن اگر کسی کو اپنی من پسند کی جگہ پر جانے کا شوق ہو اور اسے اس کا موقع مل جائے تو یہ بڑی بات ہے۔ تو پہلی بات یہی ہے کہ کوہ پیما کو پہاڑ پر جانے کا شوق ہونا چاہیئے۔ دوسرے نمبر پر کسی قدر صحت مند ہونا بھی ضروری ہے۔ صحت مند سے مراد عمومی طور پر صحت مند ہونا مراد ہے تیسرے جب پہاڑ کو اپنا مقصد بنا لو فوری طور پر اسے سر کرنے کے لئے تیار نہ ہو جاؤ بلکہ اس وقت تک انتظار کرو جب تک تمھیں یقین نہ ہو جائے کہ تم اسے سر کر سکتے ہو۔ اگر کوئی پرائمری کا طالب علم ہے۔ اور وہ یونیورسٹی میں داخلے کے خواب دیکھتا ہے تو وہ براہِ راست تو داخل بہر حال نہیں ہو سکتا۔ درمیانی مراحل سے ایک ایک کر کے گزرنا ہی پڑے گا۔ اس لئے باقاعدہ تربیت اور مستقل مزاجی سے اپنے تجربہ کو اس سطح پر لانا چاہیئے۔

مجھے چونکہ اب تجربہ ہو چکا ہے اس لئے میرے لئے تو پہاڑ خطرناک نہیں ہیں۔ مگر ایک مبتدی کے لئے پہاڑ ایک نہایت پُر خطر جگہ ہے۔ انسان اکیلا ہوتا ہے شہر یا آبادی کی سہولتیں نہیں ہوتیں۔ وہاں کچھ اور نہیں ہوتا۔ بس پہاڑ اور پہاڑ کے لوازمات۔ اس جگہ اگر کوئی مشکل پیش آجائے تو اپنے دماغ سے ہی کام لے کر مقابلہ کرنا پڑتا ہے ؟"

س:۔ کیا آپ کو کبھی احساس ہوا ہے کہ ڈاکٹر ہونا آپ کی کوہ پیمائی میں ممد ثابت ہوا ہے؟

ج:۔ میرا شعبہ نیورالوجی NEUROLOGY (اعصابی تکالیف کا علاج) ہے اس کا پہاڑ سر کرنے سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے اسلئے کوہ پیمائی میں مجھے ڈاکٹر کہا جائے یا نہ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جب میں ڈاکٹر ہوتی ہوں تو کوہ پیمائی کا خیال تک نہیں ہوتا۔ البتہ ایک مہم کے دوران نیپال میں دھولا گیری ۴ پر چڑھائی کے وقت جب ایک قافلے کی صورت میں ہم جا رہے تھے تو ڈیوٹیاں تقسیم ہوئیں۔ مجھے معالج کی ڈیوٹی ملی۔ تب اس موقعے پر مجھے خیال آیا کہ میرا ڈاکٹر ہونا اس مہم کے لئے مفید ثابت ہوا ہے۔

س:۔ کیا آپ کو کبھی یہ خیال بھی آیا ہے کہ عورت ہونے کے باعث آپ کو کوہ پیمائی کے دوران کوئی دقت پیش آتی ہے؟

ایمائی سان اس پر بھی بہت ہنسیں۔ اور کہنے لگیں۔

"اگر یہ بتاؤں تو بڑی لمبی کہانی ہو جائے گی۔ جاپان میں بھی پرانے وقتوں میں کوہ پیمائی مردوں کا کام سمجھا جاتا تھا۔ لیکن مجھے چونکہ میرے والدین ہی بچپن سے پہاڑوں میں لے گئے۔ اس لئے میرے جاپانی معاشرہ کا مرد و عورت والا امتیاز باقی نہ رہا میرے خیال میں تو پہاڑ مرد و عورت ہر ایک کے چڑھنے کی جگہ ہے۔ سوشل لحاظ سے شاید اب بھی کچھ لوگ

جاپان میں سمجھتے ہیں کہ کوہ پیمائی مردوں سے مخصوص ہے مگر عورتوں کے مناسب حال اگر شیڈول طے کیا جائے تو جیسا کہ میں کہہ چکی ہوں عورتیں بھی کوہ پیمائی کر سکتی ہیں"۔

مردوں کو یہ سمجھانے کی غرض سے کہ عورتیں بھی مردوں کی طرح کوہ پیمائی کر سکتی ہیں میں نے یورپین ایلپس (ALPS) کو سر کیا۔ پہلے میٹر ہارن (MATTERHORN) کو شمالی سمت سے سر کیا۔ چونکہ مرد یہ نہیں سمجھ سکتے اس لئے ان کے ذہن میں یہ ڈالنے کے لئے میں نے عملی طور پر اس بات کو ثابت کیا۔ ایک عورت پہاڑ سر کرے! یہ کیا فضول سی بات ہے!! پہاڑ کوئی عورتوں کے چڑھنے کی جگہ تھوڑی ہے!!! پہلے تو یہ خیالات تھے لیکن آہستہ آہستہ یہ تاثر زائل ہو رہا ہے اور کم از کم جاپان میں تو اب مرد و عورت یکساں طور پر پہاڑ پر جاتے ہیں اس لئے جاپان کے مردوں نے تو اب یہ سمجھ لیا ہے کہ عورتیں بھی پہاڑوں پر جا سکتی ہیں اور اس سے کوئی آسمان نہیں ٹوٹتا۔ عورتوں کی خود اعتمادی بھی قائم ہو گئی ہے اور کوہ نوردی ایک نہایت دلچسپ و صحت مند تفریحی کھیل کے طور پر مقبول ہو گئی ہے۔ پہاڑ نہ کسی مرد سے خاص لاڈ پیار سے پیش آتا ہے نہ ہی عورت کے خلاف کسی تعصب کا اظہار کرتا ہے۔ عورت ہو یا مرد اس کی خوبصورت ڈھلوانیں، سرسبز وادیاں اور برف پوش چوٹیاں ہر ایک کو دعوتِ نظارہ دے رہی ہیں۔

زمانۂ حال میں جاپان عورت کے لئے ایک بہت اچھا آرام دہ ملک بن گیا ہے۔ ایک کام کرنے والی عورت کے لئے تو جاپان میں بہت ہی مزے کی زندگی ہے۔ مرد تعلیم مکمل کرنے کے بعد جونہی ملازمت اختیار کرتا ہے یا کوئی اور کام سنبھالتا ہے اُسے

شادی کرنی پڑتی ہے اس کے انتظامات اور علیحدہ مکان کے حصول کے چکر میں پڑ جاتا ہے۔ پھر جب شادی ہوتی ہے تو سے اپنے علاوہ بیوی بچوں کے اخراجات کا کفیل ہونا پڑتا ہے بیچارے کو سکھ اور اطمینان کا سانس کم ہی میسر آتا ہے۔ عورت کا کیا ہے۔ تعلیم مکمل کرنے پر کام شروع کرتی ہے تو سوائے اپنے اسے کسی اور کا بوجھ نہیں اٹھانا پڑتا۔ اسے شادی کی بھی اتنی مجبوری نہیں ہوتی اور پھر اس کے اخراجات بھی اس کے ذمہ نہیں ہوتے اس لئے جاپان میں تو عورتوں کو مردوں کی نسبت کوہ نوردی کے لئے زیادہ فرصت اور زیادہ سہولتیں میسر ہیں۔ مجھے کئی بار خیال ہوا ہے کہ آج کل جاپان عورتوں کے لئے نہایت ہی موزوں ملک ہے۔"

س :۔ "آپ کے خیال میں کوہ پیمائی کی خوبیاں بحیثیت ایک تفریحی کھیل کے کیا کیا ہیں؟"

ج :۔ "اول سورج کے منبع (فطرت) کے قرب میں زندگی گزارنا۔

دوم فطرت سے دوستی۔

ان دونوں باتوں کا مطلب یہ ہے کہ جو قدرتی استعدادیں ہیں ان کی نشوونما کر کے انہیں مزید اجاگر کرنا۔ دوسری کھیلیں ہیں مثلاً گالف ہے، دوڑ ہے۔ اس میں انسان اپنے مدمقابل سے جیتنے کی خاطر طاقت سے بڑھ کر بھی زور لگانے کی کوشش (OVERDO) کر کے جیتنا چاہتا ہے۔ مگر کوہ پیمائی اصل میں چلنے کی ورزش ہے یہ ایسی کھیل ہے جو انسان عمر کے کسی

بھی حصہ حتیٰ کہ بڑھاپے میں بھی کر سکتا ہے۔ اس لئے میرے نقطۂ نظر سے کوہ پیمائی ایک بہتر سپورٹ ہے۔ کام کی نقصان اور اکتاہٹ کے اثرات کوہ پیمائی سے زائل ہو جاتے ہیں۔ اس طرح ایک حسین روحانی امتزاج جسے میں SPIRITUAL BALANCE کہتی ہوں پیدا ہوتا ہے۔ کم از کم میرے معاملہ میں تو ایسا ہی ہے جہاں تک انسانی زندگی میں بنیادی طور پر موجود صلاحیتوں اور استعدادوں کو اُجاگر کرنے کا تعلق ہے اس پر غور بہت دلچسپ حقائق سامنے لاتا ہے۔ نیپال میں پورٹر (PORTER) ننگے پیر پہاڑوں پر چڑھتے ہیں۔ ہم اور امریکن بوٹ پہن کر جاتے ہیں ہمارے بوٹ پھسلتے ہیں مگر پورٹرز کے پاؤں نہیں پھسلتے۔ میں نے اس پر غور کیا۔ ہمارے بوٹ فلیٹ (FLAT) ہوتے ہیں اس لئے پھسلتے ہیں مگر انسانی پاؤں خمدار ہوتا ہے اور اس کے پنجے کنکریوں میں گڑ جاتے ہیں اس سے محسوس ہوتا ہے کہ پہاڑ پر چڑھنے کی صلاحیت بنیادی طور پر انسان میں موجود ہے لیکن نئی تہذیب کے سلیپر اور بُوٹ ہمیں اس صلاحیت سے محروم کر رہے ہیں وہاں جا کر محسوس کیا کہ نیپال کے لوگ فطرت کے قریب رہ کر نہایت خوش بخت زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اُف!.... نئی تہذیب نے ہمیں اپنی استعدادوں کے استعمال سے کس قدر پرے ہٹا دیا ہے!!"

س: "پچھلے کچھ عرصہ میں کوہ پیمائی کے لئے سائنسی بنیادوں پر نیا اور نہایت پیچیدہ سامان تیار کیا گیا ہے۔

کیا اس کے استعمال سے کوہ پیمائی پہلے کی نسبت آسان نہیں ہوگئی ؟

ج :۔ ہاں یہ ٹھیک ہے کہ کچھ عرصہ پہلے کی نسبت اب نئے سازوسامان نے کوہ پیمائی کی اصل روح ضائع کرکے رکھدی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ انسان کی خواہش مشکل سے مشکل تر پہاڑوں پر چڑھنے کیلئے بڑھتی رہی ہے۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ اس کی کوئی حد نہیں ہے۔ کوہ پیمائی کے سامان میں بہتری کے ساتھ اب ان مشکل پہاڑوں پر جانا بھی ممکن ہو گیا ہے جن پر جانا اس سے قبل فرسودہ قسم کے سامان کے ساتھ ممکن نہیں تھا اس وجہ سے میرے لئے قطعی طور پر یہ کہنا مشکل ہے کہ کوہ پیمائی پہلے کی نسبت آسان ہوگئی ہے۔ کیونکہ جیسے جیسے نیا سامان بن رہا ہے انسان نے مشکل سے مشکل پہاڑوں پر چڑھنا شروع کر دیا ہے۔ سامان میں بہتری اور مشکل تر پہاڑوں کی تسخیر ساتھ ساتھ چل رہی ہے"

س :۔"اپنی کوہ پیمائی کی مہموں کے بارے میں خود آپ کا تأثر کیا ہے ؟"

ج :۔ کوہ پیمائی کی تاریخ جیسا کہ آپ کو بھی علم ہوگا بتاتی ہے کہ پہلے انسان نے آسان پہاڑوں کو سر کیا۔ مشکل اور ناقابل تسخیر سمجھے جانے والے پہاڑوں کو دیوتاؤں کا مسکن قرار دیا گیا۔ خود جاپان میں ایک عرصہ تک کوہ فوجی کے تقدس کے باعث اس پر چڑھنا گناہ کبیرہ سمجھا جاتا رہا آج جاپان

کے بیٹوں اور بیٹیوں کے قافلے اس کی چوٹی کو روند روند کر اس گناہ کبیرہ کے مرتکب ہو رہے ہیں) پھر آہستہ آہستہ تجربہ اور معلومات حاصل ہونے پر مشکل تر پہاڑوں کی تسخیر پر کمر باندھی گئی میری کوہ پیمائی کی کہانی بھی کچھ اسی نہج پر چلتی ہے۔ آسان پہاڑوں پر چڑھنے کے تجربہ کی سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے میں نے مشکل تر چوٹیاں سر کیں۔ ماضی میں ایک مرحلے پر میری کوہ پیمائی کی تاریخ انسان کی مشترکہ کوہ پیمائی کے معیار سے کچھ آگے بڑھی۔ جب میں نے یورپ کی تین عظیم اور مشکل ترین چوٹیوں کو سر کیا۔ میں اپنی تاریخ کو اور آگے بڑھاؤں گی۔ جب میں مشکل تر چوٹیوں کو سر کروں گی

میری یہ خواہش ہے کہ میں کوہ پیمائی میں انسان کے اعلیٰ ترین معیار کو للکاروں اور میری یہ جدوجہد ہمیشہ جاری رہے۔ لیکن افسوس تو اس پر ہے کہ جسم روح کی اُڑان کا ساتھ نہیں دے سکتا اور عمر کے ساتھ ساتھ میرا جسم میری روح کے عزم سے پیچھے رہ رہ جاتا ہے!"...... ایمائی سان کی آواز میں ان کے اندرونی شدید کرب کے آثار نمایاں تھے......" ابھی میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں کوہ پیمائی کے انتہائی اعلیٰ معیار سے بھی آگے بڑھنا چاہتی ہوں لیکن میرا خیال ہے کہ میرے لئے اب ایسا کرنا مشکل ہو گا۔"

س:- آپ کی کوہ پیمائی کا اہم ترین واقعہ کونسا تھا؟

ج :۔ "اہم ترین واقعہ سوئٹزرلینڈ میں کوہ ایگر (THE EIGER) کی شمالی دیوار (THE NORTH WALL) کی چڑھائی تھی اس پر چڑھنے کے لئے ہم نے راستہ خود کھود کر بنایا۔ یہ نیا راستہ تھا جس طرف سے پہلے کوئی بھی نہیں گیا تھا۔ ہم چھ افراد نے ایک ماہ کی محنت شاقہ کے بعد اسے مکمل کیا۔ اس راستہ نے اس قدر شہرت پائی کہ کوہ ایگر کے دامن میں ایک شہر گرنڈل والڈ (GRINDEL WALD) میں ہمارے اس راستے کی تصویروں والے کارڈ بک رہے ہیں۔ ان تصویروں میں اس راستے کو "جاپانیوں کا راستہ" لکھا گیا ہے۔ راستہ خود بنانا، ایسے راستہ سے پہلی دفعہ جانا جبکہ ادھر سے کبھی کوئی انسان نہ گزرا ہو مجھے بہت ہی بھایا۔ پھر ساتھیوں کے ہمراہ ہنسی ہنسی کھیل کھیل میں یہ راستہ کھودنا اور ایک دوسرے کو سنبھالنا میری زندگی کی دلچسپ ترین یاد بن گیا۔"

س :۔ "کونسا پہاڑ آپ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟"

ج :۔ "کوئی سا بھی پہاڑ ہو مجھے پسند آجائیگا۔ سب سے زیادہ مجھے وہ پہاڑ پسند ہوتا ہے جس پر میں نے آئندہ چڑھنے کا پروگرام بنایا ہوتا ہے آئندہ میرا ارادہ کوہ ہمالیہ پر جانے کا ہے۔ دو سال بعد دھولاگیری کی چوٹی نمبر ۲ اور نمبر ۵ سر کرنے کا ارادہ ہے۔ فی الحال میرا اگلا پروگرام یہی ہے"

(چند دن پہلے ان کے میاں نے بتایا تھا کہ اپنی شادی کی دسویں سالگرہ کے سال ان کا ارادہ اکٹھے کوہ ایورسٹ پر جانے کا ہے معلوم ہوتا ہے کہ بیگم صاحبہ نے ابھی اس مہم کی منظوری نہیں دی۔ ایمائی سان کے سیکرٹری نے مجھے ان کی دھولا گیری والی مہم کی پلاننگ پر مشتمل ایک ضخیم کتاب تحفہ کے طور پر دی تھی۔ مگر جاپانی میں ہونے کے باعث مَیں اس سے استفادہ نہ کر سکا۔

مَیں جب میٹر ہارن (MATTER HORN) پر چڑھی اور میرا اگلا پروگرام کوہ ایگر (THE EIGER) پر جانے کا تھا تو ایگر ہی مجھے دنیا بھر کا خوبصورت ترین پہاڑ لگتا تھا اور مَیں سوتے جاگتے اسی کی خوابیں دیکھتی تھی۔ پھر جب اسے سر کر لیا اور اگلا مرحلہ گراں جوسراں (GRAND JOSRANT) کی تسخیر ٹھہرا۔ تو میرے تصوّر میں یہی دنیا کا خوبصورت ترین پہاڑ بن گیا۔"

س ۱:- "جاپانی پہاڑوں میں سے کونسا آپ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟"

ج ۱:- "مجھے ذرا سوچ لینے دیں ..... جاپان میں میرے پسندیدہ ترین کوہ تانی گاوا (TANI GAWA) اور کوہ ہوتاکا (HOTAKA) ہیں۔"

احباب سوچ رہے ہونگے کہ ایمائی سان کوہ فوجی (FUJI) کا نام لیں گی لیکن ...... فوجی صرف جاپان کا بلند ترین اور مقدس پہاڑ ہے اور اس کے

لئے صرف یہی اعزاز کافی ہے۔ باقی مَیں فوجی پر جا چکا ہوں دور کے ڈھول سہانے! کچھ ایسی ہی وجہ ہوگی جو جاپان میں مشہور ہے کہ جو فوجی پہ نہیں چڑھا اسے عقل نہیں آئی۔ مَیں فوجی کے سفر سے لوٹا تو اس مقولے کے دوسرے حصّہ کی بھی سمجھ آگئی کہ جو فوجی پر دوسری دفعہ چڑھا اس میں بھی عقل نہیں ہے۔

س :۔ کیا کبھی پاکستان آنے کا بھی ارادہ ہے؟

ج :۔ فی الحال تو ہم نے پاکستان آنے کا پروگرام نہیں بنایا۔ لیکن میں یہ ضرور جانتی ہوں کہ پاکستان میں بہت سے اچھے اچھے پہاڑ ہیں جیسے کے ٹو (K-2) جسے میرے دوستوں نے اسی سال (۱۹۷۷ء) گرمیوں میں سر کیا ہے۔۔۔۔ اور پاکستان کے بہت سے پہاڑ میرے دل کو لبھاتے ہیں کہ مَیں انہیں سر کر دوں۔"

س :۔ آپ کی کوہ پیمائی کا کوئی دلچسپ واقعہ؟

ج :۔ دلچسپ واقعات تو اس قدر ہیں کہ مَیں پریشان ہو جاتی ہوں کہ پوچھنے والوں کو کونسا بتاؤں۔ ایک دلچسپ واقعہ یوں گذرا۔ ہم پچھلی دفعہ کوہ دھولاگیری پر گئے۔ تو ایک جگہ برف پر قدموں کے نشان دیکھے ہمیں شک گذرا کہ یہ نقوش یا کہیں برفانی آدمی (YETI-ICE MAN) کے نہ ہوں۔ لیکن دراصل یہ برفانی آدمی کے نہیں تھے کیونکہ ان کا سائز صرف دو سال کے بچے کے پیروں جتنا تھا۔ کاش یہ برفانی آدمی کے ہوتے اور ہم اسے دیکھ پاتے۔"

س :۔ مشکل ترین لمحہ آپ کو کب پیش آیا؟

ج:- مجھے شاذ ہی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا ہے جب میں کوہ ایگر پر چڑھ رہی تھی تو ایک پتھر مجھے پیٹھ پر آ لگا۔ میں سیدھی کمر سے تو چل سکتی تھی مگر جب جھکتی تو درد کی ٹیسیں اٹھتیں۔ یہ چوٹ بڑی پریشانی کا باعث بنی۔"

س:- خطرناک ترین واقعہ آپ کو کیا پیش آیا؟"

ج:- "مجھے خطرناک حادثات سے واسطہ نہیں پڑا۔"

س:- خطرناک لمحات میں آپ کا رد عمل کیا ہوگا؟

ج:- پہاڑوں میں جب کوئی مشکل پیش آجائے تو میرا خیال ہے کہ ہم بالکل بے بس ہوتے ہیں پہاڑوں کی طاقت کے سامنے میں اپنے آپ کو محض حقیر خیال کرتی ہوں۔ میں سمجھتی ہوں کہ ان حالات میں کچھ نہیں کر سکتی۔ میں ایسے حالات میں چپ صبر کر کے صرف بہتر صورت حال کی انتظار کروں گی۔"

س:- ایک خوبصورت قدرتی منظر دیکھنے پر آپ کا تاثر کیا ہوتا ہے؟"

ج:- "میں اسے دلفریب خیال کرتی ہوں۔ دلفریب سے میرا مطلب یہ ہے کہ جب کبھی بھی پہاڑوں میں جاتی ہوں تو مجھے قدرتی مناظر بہت ہی دلچسپ لگتے ہیں اور میری روح ان سے لطف اٹھاتی ہے خواہ وہ دوسروں کی نظر میں کسی خاص لحاظ سے خوبصورت نہ بھی ہوں۔ مثلاً ذرا چشم تصور سے ایک پہاڑی ندی کو تو دیکھیں جس میں چنار کا ایک گدرے نارنجی رنگ کا پتہ بہتا چلا آ رہا ہے۔

......کچھ آیا لطف! میں تو جب بھی پہاڑوں میں جاؤں تو ہر لمحے بدلنے والے مناظر مجھے بے حد دلفریب لگتے ہیں۔ اب وہی مناظر اگر کوئی مصوّر مجھے پینٹ کر کے تصویر دکھائے تو میرے لئے ہرگز وہ دلفریب نہیں ہوگی۔

"میں سمجھتی ہوں کہ خوبصورتی اور دلفریبی کا بہت بڑا عنصر ماحول ہے قدرتی پس منظر میں چھوٹی چھوٹی معمولی چیزیں بھی ایک حسین امتزاج پیش کرتی ہیں۔ مثلاً مجھے تو کسی پہاڑی وادی میں صبح صبح کسی پرندے کا چہچہانا بھی اچھے سے اچھے ساز سے زیادہ بھاتا ہے۔"

س:۔ آخر میں اب میں آپ سے آپ کے مذہبی خیالات کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

ج:۔ عمومی لحاظ سے یہ تو آپ اب تک جان ہی گئے ہوں گے کہ جاپانی لوگ معروف معنوں میں مذہبی نہیں ہیں۔ مثلاً ان میں اکثر سال نو یا کرسمس مناتے ہیں شادی بیاہ کی رسوم شنٹو (SHINTO) طریق سے ادا کرتے ہیں کفن دفن بُدھ روایات کے مطابق کرتے ہیں۔ ایک جاپانی ایک شنٹو شرائن (SHINTO SHRINE) بدھسٹ ٹمپل اور عیسائی چرچ کا رکن ہو سکتا ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں سمجھتا۔ اب میں آپ کو نہیں بتا سکتی کہ آپکے سوال کا صحیح جواب کیا ہونا چاہیئے۔ بہرحال میں خیال کرتی ہوں کہ خدا نے کائنات کو بنایا ہے اور میں محسوس

پانوں کا جدید مرکز
شبنم کارنو
پولکا آئس کریم کھانے
کے لئے تشریف لائیے
پروپرائٹر۔ حفیظ الرحمٰن
چوک شاہ حسین گجرات

پانوں کا جدید مرکز
شبنم کارنو
پولکا آئس کریم کھانے
کے لئے تشریف لائیے
پروپرائٹر۔ حفیظ الرحمٰن
چوک شاہ حسین گجرات

پانوں کا جدید مرکز
شبنم کارنو
پولکا آئس کریم کھانے
کے لئے تشریف لائیے
پروپرائٹر۔ حفیظ الرحمٰن
چوک شاہ حسین گجرات

کرتی ہوں کہ دنیا کی راہنمائی کی جا رہی ہے کسی ایسی چیز کے ذریعے جسے شاید قسمت کہہ سکتے ہیں اس لئے میں خدا کے وجود پر ایمان رکھتی ہوں "

" میں اس انٹرویو اور آپ کی شفقت کے لئے بے حد ممنون ہوں اور اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ کی خدمت میں ایک تحفہ پیش کرنا چاہتا ہوں "

یہ کہکر میں نے ایمائی سان کو جاپانی زبان میں لکھا ہوا ایک مختصر سا رسالہ پیش کیا جس میں اسلام کے بارے میں ابتدائی تعارف پیش کیا گیا ہے۔ انہوں نے شکریہ سے اُسے قبول کیا اور ورق گردانی شروع کر دی اب میدان پورے طور پر مبشر اسلام جناب امام راشد صاحب کے ہاتھ تھا۔ میں نے دل میں کہا۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلٰغُ " اور امام صاحب سے عرض کیا کہ ہمارا انٹرویو تو ختم ہوا۔ اب آپ ایمائی سان سے اسلام کے بارے میں باتیں کریں۔ میں اس یادگار موقع کی تصویریں اتارونگا۔

گفتگو جاپانی زبان میں ہو رہی تھی لیکن اتنا میں سمجھ رہا تھا کہ کون کون سے موضوعات زیر بحث آرہے ہیں۔ اسلام کے بارے میں ایمائی سان کے سوالات سُنکر مجھے اندازہ ہوا کہ ان کا مطالعہ بھی کافی وسیع ہے۔ انہوں نے اسلام کے بارے میں چند دلچسپ سوالات کئے جن کا نہایت ہی احسن پیرائے میں امام صاحب نے جواب دیا۔

ہم ابتدائی اندازے کے مقابلہ میں دوگنا وقت

لے چکے تھے۔ لیکن ایمائی سان نے گھڑی کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ اور باتوں میں دلچسپی لے رہی تھیں اسلئے باتیں چلتی رہیں۔ جب کافی دیر بعد انہوں نے گھڑی دیکھی تو پریشان ہو کر اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ ہم نے ان کا شکریہ ادا کیا اور اجازت چاہی۔

انٹرویو کے ابتدائی حصّہ میں تو ایمائی سان کے جوابات کا ترجمہ ساتھ ساتھ امام صاحب انگریزی میں کرتے رہے پھر انہیں احساس ہوا کہ اس طرح وقت زیادہ لگے گا۔ چنانچہ باقی حصّہ کا اس وقت ترجمہ نہ لیا گیا اور مَیں ان کے جوابات کو پورے طور پر نہ سمجھنے کے باوجود اپنے پہلے سے لکھے ہوئے سوالات کرتا گیا۔ چنانچہ چند سوالات ایسے بھی آگئے جو ان کے پہلے جوابات کو سمجھنے کے بعد اس رنگ میں نہیں کرنے چاہیئے تھے۔ مگر ایمائی سان نے کمال فراخدلی سے ہر دفعہ ان کا نئے رنگ میں جواب دیا۔

اس انٹرویو کے بارے میں میرے لئے بڑی خوشی کی بات یہ ہوئی کہ جاپانی معاشرہ میں شہرت یافتہ اور عالمی شہرت رکھنے والی ایک سمجھدار خاتون تک اسلام کا پیغام نہایت مؤثر رنگ میں پہنچانے کا موقعہ مل گیا۔ الحمد للہ۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس نہایت ذہین اور محنتی قوم کے دل کو اسلام کی صداقتوں کو سمجھنے اور اس کی تعلیم کی دلفریبی کو محسوس کرنے کے لئے کھولے اور بہت جلد یہ قوم اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرنے والی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا محسن جان کر ان پر درود بھیجنے والی بن جائے۔

اللہ تعالیٰ امام راشد حضرت صاحب کے کام میں فوق العادت برکت ڈالے اور اسلام بہت جلد جاپان کا نجات دہندہ بن کر ابھرے۔ آمین ؎

اعلیٰ کارکردگی میں ایک قابلِ اعتماد نام

"MITSUBISHI" مِٹسوبشی

پیکجڈ ایئر/واٹر کولڈ ایئرکنڈیشنرز

PACKAGED AIR WATER COOLED AIR CONDITIONOR.

مٹسوبشی AIR COOLED/WATER COOLED ایئرکنڈیشنرز کا شمار دنیا کے اعلیٰ ترین ایئرکنڈیشنرز میں ہوتا ہے۔ کم خرچ مستحکم ڈیزائن، قوت، استعمال اور تنصیب میں آسانی۔ ہر پہلو سے یہ ایئرکنڈیشنرز انفرادیت کے حامل ہیں یعنی وہ تمام خوبیاں ہیں جن کی وجہ سے مٹسوبشی ایئرکنڈیشنرز کو دنیا بھر میں شہرت اور اعتماد حاصل ہے۔ ایئرکنڈیشننگ کی ہر ضرورت کے لئے مٹسوبشی ایئرکنڈیشننگ یونٹ (UNIT) پسند فرمائیے۔

تقسیم کنندگان

احمد اینڈ احمد لمیٹڈ

صدر دفتر

۱۰/۴۳ اے بلاک نمبر ۶۔ پی ای سی ایچ ۔ ایس کراچی ۲۹

فون نمبرز
۴۳۰۸۸۰
۴۳۴۲۶۶

شاخ

جے ۱۹۵ ۔ آدم جی روڈ ۔ راولپنڈی کینٹ فون نمبر ۶۵۶۸۶

سویڈن میں تبلیغ اسلام

(جناب منیر الدین احمد مبلغ سویڈن)

اسلام کا پیغام اہل سکنڈے نیویا کو ۱۹۵۶ء میں پہنچا۔ اس سے پہلے اسلام کی تبلیغ یہاں کبھی نہیں ہوئی۔ اس کا انتظام خدا تعالیٰ نے اس طرح کیا۔ کہ ۱۹۵۵ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ علاج کے لئے یورپ تشریف لے گئے تو لندن میں حضور نے یورپ کے ممالک میں متعین مبلغین کی کانفرنس طلب فرمائی۔ دیگر تجاویز کے علاوہ حضور نے اس کانفرنس میں سکنڈے نیویا میں مشن کھولنے کا منصوبہ بھی پیش فرمایا۔ اس موقعہ پر حضور سے سویڈن کے ایک نوجوان نے ملاقات کر کے اسلام کے متعلق دلچسپی کا اظہار کیا اور سکنڈے نیویا میں مشن کھولنے کے امکان کا بھی اظہار کیا۔

حضور نے مرکز میں واپس تشریف لا کر مکرم کمال یوسف صاحب کو مبلغ بنا کر سکنڈے نیویا کے لئے روانہ کیا۔ مکرم کمال یوسف صاحب لمبا عرصہ تینوں ملکوں میں پھر کر تبلیغ کرتے رہے۔ شروع میں مکرم محمود آرکسن صاحب نے سویڈن میں، مکرم نور احمد صاحب بولستاد نے ناروے میں اور مکرم عبدالسلام صاحب میڈسن نے ڈنمارک میں اسلام قبول کیا اور جماعت میں شامل ہو کر جماعت کے کاموں میں حصہ لینے لگے۔ اور بطور آنریری مبلغ انہوں نے کام کرنا شروع کیا۔

ایک عرصہ بعد ڈنمارک کے دارالخلافہ کوپن ہیگن میں سکنڈے نیویا کا مرکز قائم کیا گیا۔ مکرم میر مسعود احمد صاحب کو بھی اس مرکز میں کام کرنے کا موقعہ ملا۔ یہاں پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر مسجد کے لئے زمین خریدی گئی جس میں مسجد نصرت جہاں تعمیر ہوئی جو کہ سکنڈے نیویا کی پہلی مسجد ہے۔ اس کی تعمیر کے لئے لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے فنڈ مہیا کیا۔ ۱۹۶۷ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس کا افتتاح فرمایا۔ اس وقت تک متعدد ڈینش دوست مسلمان ہو چکے تھے۔ افتتاح کے موقع پر ایک نوجوان سویڈش خاتون نے مسجد میں آکر بیعت کی آپ کا نام فاتنہ خان ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے مختلف کتب کے تراجم کرنے کی توفیق دی۔ قرآن کریم کا ڈینش ترجمہ مکرم عبدالسلام صاحب میڈسن نے کیا جو کہ چھپ چکا ہے۔ اسی طرح اسلامی اصول کی فلاسفی کا ترجمہ بھی چھپ چکا ہے۔ ماہوار رسالہ ایکٹو اسلام بھی جاری ہوا۔ جو تین زبانوں ڈینش سویڈش اور نارویجن میں نکلتا تھا۔

مسجد کوپن ہیگن کچھ عرصہ سارے سکنڈے نیویا کا مرکز رہی۔ اس عرصہ میں کمال یوسف صاحب نے آئس لینڈ کا بھی دورہ کیا اور وہاں بیعتیں بھی ہوئیں۔

۱۹۷۰ء میں مکرم کمال یوسف صاحب کو سویڈن کا مبلغ مقرر کیا گیا اور ڈنمارک میں مکرم میر مسعود احمد صاحب کو۔ ناروے کو سویڈن مشن کے ساتھ ملحق کر دیا گیا۔ گوٹن برگ شہر میں ایک کرائے کی عمارت میں مرکز کھولا گیا۔ جس کا ایک کمرہ بطور مسجد استعمال ہونے لگا۔ کچھ یوگوسلاو دوست جماعت میں شامل ہو گئے۔ لٹریچر شائع کیا گیا۔ اخبارات میں بھی چرچا ہوا۔ سکولوں کالجوں اور مختلف سوسائٹیوں میں لیکچروں کے ذریعہ بھی تبلیغ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

۱۹۷۳ء میں خاکسار نے مکرم کمال یوسف صاحب سے چارج لیا۔ اسی سال پہلی مرتبہ حضور سویڈن تشریف لے گئے۔ احباب جماعت کو حضور کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ غیر از جماعت دوست بھی حضور سے ملنے آئے۔ پریس میں حضور کی آمد کی خبر چھپی جس سے جماعت کا مزید تعارف ہوا۔ حضور نے مسجد کے لئے زمین حاصل کرنے کی ہدایت فرمائی۔ جو کہ ایک سال کی کوشش کے بعد ہمیں مل گئی۔

۱۹۷۵ء میں حضور دوسری مرتبہ سویڈن

تشریف لے گئے۔ اور سویڈن کی پہلی مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا۔ اخباروں میں اس کی بہت پبلسٹی ہوئی لوگوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ اس موقعہ پر ۱۴ یوگوسلاو نے بیعت کی۔ بعد ازاں مزید ۱۰ یوگوسلاو اور ایک سویڈش نے جماعت میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا۔

بنیاد کی تقریب کے بعد تعمیر کا کام شروع ہوا۔ اور آٹھ ماہ میں مسجد مکمل ہوگئی۔ حضور نے اس کا نام مسجد ناصر منظور فرمایا۔ اور خود تیسری بار سویڈن تشریف لے جا کر اس کا افتتاح فرمایا۔ افتتاح کی تقریب ۲۰ اگست ۱۹۷۶ء کو منعقد ہوئی۔ اس موقعہ پر بھی دس افراد نے بیعت کی۔ اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ اس وقت ۵۰ خاندان یوگوسلاو تین سویڈش اور ۱۰۰ نوجوان پاکستان کے جماعت کے ممبر ہیں۔ اس کے بعد ناروے میں مسجد بنانے کی تجویز ہے۔ حضور دو بار اوسلو تشریف لے جا چکے ہیں۔ وہاں پر زمین حاصل کرنے کی کوشش ہے۔ وہاں پر بھی اسلام کے لئے مستقبل بڑا روشن ہے۔ حضور نے ناروے کے دوست مکرم نور احمد صاحب بوستاد کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ آپ کی قوم نے عیسائیت قبول کرنے میں دیر کی تھی۔ مگر مجھے امید ہے کہ اسلام قبول کرنے میں آپ لوگ دیر نہیں کریں گے بلکہ جلد اسلام قبول کر لیں گے انشاء اللہ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سویڈن کی مسجد ناصر کو شمالی یورپ کے دوسرے ممالک میں بننے والی مساجد کا پیش خیمہ بنائے اور وہاں کے باشندوں کو جلد سے جلد اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین ؎

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ

اَخبارِ مجالِس

- مجالس خدام الاحمدیہ ملیر کینٹ کراچی نے ۴ر فروری تا ۱۰ر فروری ہفتہ سیرت النبیؐ منایا۔ ۱۰ر فروری کو عظیم الشان جلسہ کا انعقاد ہوا۔ ۱۸۵ خدام نے اس میں شرکت کی۔ مکرم عبدالسلام صاحب طاہر مربی سلسلہ مکرم رشید طارق صاحب قائد ضلع کراچی نے خطاب کیا۔
- مجالس خدام الاحمدیہ بنگلہ دیش کے زیر اہتمام ساتواں سالانہ اجتماع ۲۷ر اکتوبر تا ۲۹ر اکتوبر ۸۳ء دارالتبلیغ ڈھاکہ میں منعقد ہوا۔ محترم مولانا محمد صاحب امیر بنگلہ دیش نے اپنے خطاب میں خدام کو بیش قیمت نصائح فرمائیں۔ اور ان کو جماعتی ذمہ داریاں احسن طور پر نبھانے کی تلقین کی۔ اجلاس میں پچیس مجالس کے ۳۰۰ خدام نے شرکت کی۔ اس میں تلاوت نظم۔ عام دینی معلومات کے مقابلے بھی کروائے گئے۔ نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے خدام اور مجالس کو انعامات اور اسناد خوشنودی دی گئیں۔
- قیادت ضلع رحیم یار خاں کے زیر اہتمام ۱۹ر جنوری کو تربیتی کلاس منعقد ہوئی مکرم عبدالباری صاحب امیر ضلع اور مربی سلسلہ نے خطاب کیا۔
- حلقہ ۳ حیدر آباد میں ۹ر فروری کو تربیتی کلاس منعقد ہوئی۔ مکرم و محترم جناب مولانا عبدالمالک خان صاحب ناظر اصلاح و ارشاد نے خطاب فرمایا۔ کلاس میں بشیر آباد۔ ظفر آباد۔ مولکا۔ نواں کوٹ گوٹھ نذیر احمد نے شرکت کی۔
- ۱۱-۱۲ر فروری کو چک ۱۸۵/7.R ضلع بہاولنگر میں دو روزہ تربیتی کلاس منعقد ہوئی جس میں مکرم نذیر احمد صاحب قائد ضلع، امیر ضلع محترم رانا محمد خاں صاحب نے خطاب فرمایا۔
- ۹ر فروری کو چک ۱۸۶/7.R قیادت ضلع بہاولنگر کے تحت تربیتی کلاس کا انعقاد ہوا۔ جس میں محترم جناب رانا محمد خان صاحب ایڈووکیٹ امیر ضلع اور ناصر احمد صاحب ظفر مربی سلسلہ اور مکرم نذیر احمد صاحب قائد ضلع بہاولنگر نے خطاب فرمایا۔ ۸۵ خدام شامل ہوئے۔
- چک ۱۲۱/ج ب حسن پور ضلع فیصل آباد کے زیر اہتمام ۱۵ر فروری کو تربیتی کلاس منعقد ہوئی۔ جس میں مکرم سید احمد علی شاہ صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد نے خطاب فرمایا۔
- چک ۱۸۴/7.R ضلع بہاولنگر میں ۱۶ و ۱۷ر فروری کو دو روزہ تربیتی کلاس کا انعقاد ہوا۔ مکرم

ناصر احمد صاحب ظفر مربی سلسلہ اور مکرم نذیر احمد صاحب خادم قائد ضلع نے خطاب فرمایا۔

ـــ ۱۳؍فروری کو چک ۶۱/ج ب شہباز پور ضلع فیصل آباد میں تربیتی کلاس منعقد ہوئی جس میں مکرم سید احمد علی شاہ صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد نے خطاب فرمایا۔

ـــ چک ۲۱۹ گنڈا سنگھ والا میں ۱۷؍فروری کو تربیتی کلاس ہوئی۔ جس میں محترم سید احمد علی شاہ صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد نے خطاب فرمایا۔

ـــ ۱۲؍فروری کو ۳۰۲/۳۰ R ضلع بہاولنگر میں جلسہ مصلح موعود کا انعقاد ہوا۔ جس میں مکرم نذیر احمد صاحب خادم قائد ضلع اور ناصر احمد صاحب ظفر مربی سلسلہ نے خطاب کیا۔

ـــ قیادت ضلع فیصل آباد کے تحت ۲۳؍فروری کو تربیتی اجلاس ہوا۔ جس میں محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے خطاب فرمایا اس میں ۲۲۱ خدام ۵۰ اطفال اور ۱۲۹ انصار نے شرکت کی۔

ـــ مجلس مقامی ربوہ کے تحت نومبر دسمبر ۱۹۷۸ء میں ۱۴۹ مختلف جگہوں پر وقار عمل ہوئے۔ جس میں ربوہ کی صفائی اور سڑکوں کی مرمت کی گئی۔

ـــ مجلس خدام الاحمدیہ بہاولپور شہر نے ۹؍فروری کو ایک وقار عمل کیا جس میں ۴۴ خدام و اطفال و

انصار نے حصہ لیا۔ اور ایک نالی کھودی گئی

ﷺ $\frac{۱۸}{۲.R}$ ضلع بہاولنگر کے تحت ۹ر فروری کو جلسہ سیرت النبی کا اہتمام ہوا۔ جس میں محترم رانا محمد خان صاحب امیر ضلع۔ مکرم ناصر احمد صاحب ظفر مربی سلسلہ اور مکرم عبد الحمید خان صاحب شاہد نے خطاب کیا۔

ﷺ مجالس خدام الاحمدیہ ضلع بہاولپور کے زیر اہتمام ۲۲-۲۳ر فروری کو دو روزہ تربیتی کلاس کا انعقاد ہوا۔ جس میں مرکزی نمائندگان محترم جناب محمد شفیق صاحب قیصر نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب مہتمم اشاعت خدام الاحمدیہ مرکزیہ۔ محترم مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم۔ محترم مولانا غلام باری صاحب سیف محترم چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال اول محترم جناب ملک منصور احمد صاحب عمر محترم وسیم احمد صاحب چیمہ اور مکرم امداد الرحمن صاحب مربیان سلسلہ نے خطاب فرمایا۔ ان تربیتی کلاس کے اجلاسوں میں ۱۵۵ انصار، خدام و اطفال نے شمولیت کی۔ اور مقابلہ جات میں نمایاں پوزیشنیں حاصل کرنے والے خدام و اطفال کو انعامات تقسیم فرمائے گئے۔ جو محترم صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب مہتمم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے اپنے دست مبارک سے تقسیم فرمائے۔ (ہدایت اللہ ناصر)

سائنس کی خبریں

ـــ جناب مسعود احمد ناصر۔ فیصل آباد ـــ

ایک نیا آلہ

برطانیہ میں ایک ایسا آلہ ایجاد کیا گیا ہے۔ کہ جس کی مدد سے اب بہرے اور گونگے ٹیلیفون پر بات کرنے کے علاوہ ایک دوسرے کو ضروری معلومات بھی فراہم کر سکیں گے۔ اور توقع ہے کہ ایسا نظام برطانیہ میں جلد رائج ہو جائیگا اس نظام کی مدد سے جس گھر میں ٹیلیفون اور ٹیلیویژن دونوں موجود ہونگے انکے ساتھ ایک چھوٹا سا آلہ لگا کر اس سہولت سے فائدہ اٹھایا جا سکے گا۔

ایک نئی قسم کی ٹارچ

امریکہ کے سائنس دانوں نے ایک ایسی سرچ لائٹ ٹارچ بنائی ہے کہ جس کی روشنی کافی حد تک سورج کی روشنی سے ملتی جلتی ہے ماہرین کے اندازہ کے مطابق اس ٹارچ (جس کا وزن تقریباً سات پونڈ ہے) سے نکلنے والی روشنی گاڑیوں کی روشنی سے پچاس گنا زیادہ ہے۔ اور یہ ٹارچ مسلسل دو گھنٹے تک ایسی روشنی فراہم کرتی ہے۔

WATER PROOFING OF ROOFS

Are you planning to construct a new :

* INDUSTRIAL COMPLEX
* WARE HOUSE
* SUPER MARKET
* RESIDENTIAL ACCOMMODATION

Does your existing accommodation have problems of :

* LEAKAGE
* SEEPAGE
* INSULATION

In all cases for guaranteed water proofing and insulation of buildings please contact :

RAFI SONS LTD.

BUILDERS & SEALERS

Fortress Stadium, Lahore Cantt.

☎ 37 03 97

محمد شفیق قیصر مرحوم

جناب حسن محمد خان صاحب عارف۔ نائب وکیل التبشیر۔ ربوہ

الوداع! اے شفیق۔ الوداع!!

ایک تھا راجہ ایک تھی رانی۔ اُن کی ایک ہی بیٹی تھی ـــــــــ نہیں یہ راجہ اور رانی کی کہانی تو نہیں۔ مَیں تو اُس رفیق کی کہانی لکھنے لگا ہوں جس کا نام شفیق تھا جو چند برس گذرے میرا دوست بنا اور پھر رفیق بنا اور چونکہ رفیق اعلیٰ کے پاس جانے کی اُسے جلدی تھی اس لئے وہ بغیر بتائے ہی چلا گیا۔ نہ سان نہ گمان۔ شفیق کو ہم نے اچھا بھلا ۱۵؍ مارچ کو ربوہ سے رخصت کیا اور ایک ہفتہ بھی نہ گذرا تھا کہ اس کے گذر جانے کی اطلاع مل گئی۔ ہم سب مُنہ تکتے رہ گئے اور وہ ہمیں چھوڑ چھاڑ اللہ میاں کی گود میں۔ اس کی جنّت میں اس کی فردوس بریں میں چلا بھی گیا۔

۲۲؍ مارچ کی شام کا ذکر ہے کہ میرے گھر کا دروازہ کسی نے کھٹکھٹایا۔ میں باہر نکلا تو خالد تسلیم احمد کھڑے تھے۔ یہ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے چھوٹے بیٹے ہیں۔ مجھے ان سے بڑا لگاؤ ہے۔ مَیں انہیں دیکھ کر بڑا خوش ہُوا۔ پوچھا کیسے آئے تو کہا ابا بلاتے ہیں مَیں نے کہا چلیں مَیں ذرا بوٹ پہن لوں۔ تسلیم کہنے لگے "آپ کو معلوم ہوگیا ہے!" یہ بات تسلیم نے کچھ ایسے لہجہ میں کہی کہ کلیجہ مٹھی میں آگیا۔ مَیں پریشان سا ہوگیا۔ انجانا خوف مجھ پر طاری ہوگیا۔ مَیں نے چاہا کہ کہہ دُوں کہ ہاں مجھے پتہ لگ گیا ہے تاکہ تسلیم وہ بات نہ کہہ دے جس کو مَیں سُننا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن مَیں نے بے بسی کے عالم میں بے چارگی سے یہی کہا کہ "کیا پتہ لگ گیا ہے؟" تسلیم نے وہ بات کہہ دی جس سے میں واقعی حواس باختہ ہوگیا۔ مَیں سُن ہوگیا چکرا گیا۔ میرے سامنے لگے ہوئے درخت گھومنے لگے اُس نے مجھے بتایا کہ شفیق صاحب فوت ہوگئے۔" تین چار سیکنڈ تک تو گویا میں ہوش کے عالم میں ہی نہ تھا۔ پھر مَیں نے تسلیم سے کہا "کیا مَیں پاگل ہوگیا ہوں یا تم کوئی غلط خبر لائے ہو" تسلیم سمجھدار تھا کہنے لگا آپ ابا کے پاس چلیں وہاں چل کر خود دیکھ لیں اسلام آباد سے تار آیا ہے۔

میرے پاؤں مَن مَن بھر کے ہوگئے۔ تسلیم چلا گیا اور مجھ میں اَب اتنی ہمت نہ رہی کہ اُن کے گھر تک پہنچ کر ساری حقیقت معلوم کر سکوں۔ اندر آیا بوٹ پہننے لگا تو احساس ہُوا کہ سارا بدن پسینہ پسینہ ہے مَیں چند منٹ کے لئے لیٹ گیا اور اس کے بعد حوصلہ کرکے اٹھا اور چل دیا۔ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے پاس جا کر معلوم ہُوا کہ وزارتِ خارجہ نے تار دیا ہے کہ پاکستانی سفارت نے برما سے اطلاع دی ہے کہ ہمارا شفیق اپریشن کی میز پر فوت ہوگیا۔ قیاس آرائیاں

شروع ہوگئیں۔ اصل حقیقت کا پتہ نہ تھا۔ اس لئے میں نے یہی فیصلہ کیا کہ شفیق کی بیوی منصورہ کو اطلاع نہ کی جائے تاکہ اس کی آج کی رات تو کم سے کم سکون سے کٹ جائے اس کی تو زندگی کا سکون لُٹ گیا ہے شاید میری یہی نیکی میرے سیاہ نامۂ اعمال میں لکھی جائے اور میری نجات کا باعث ہو جائے۔

اُسی وقت فیصل آباد پہنچے۔ رات کا ایک بج چکا تھا وزارت خارجہ اسلام آباد کو تار دی کہ شفیق کا جنازہ ربوہ پہنچانے کا بندوبست کیا جائے سفیر پاکستان مقیم برما کو تار دی کہ وہ شفیق کی میّت یہاں پہنچانے کا انتظام کر دیں۔ جماعت کے صدر اور ایک اور دوست کو بھی اسی مضمون کی تاریں دیں اور رات کے تین بجے واپس گھر لوٹے۔ میرے گھر کے صحن میں شفیق کے مکان کی بجلی کی روشنی پڑتی ہے۔ میں رات کے اس حصے میں جب گھر پہنچا تو صحن سے اندر کمرہ میں جانے کی جرأت نہ ہوئی ——— شفیق اپنے گھر کا یہ بلب اور اس کی روشنی کبھی نہ دیکھ سکے گا ——— اب تو وہ آسمان پر فرشتوں کے جھرمٹ میں محوِ آرام ہوگا۔ اور یہ سوچ کر میرا پیمانۂ صبر ٹوٹ گیا۔ پھوٹ گیا۔ اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ آنسوؤں کا یہ سیلاب آنکھوں کے راستے دیر تک بہتا رہا۔ ڈھلی ہوئی رات ——— ہُو کا عالم ——— میرا جی چاہا کہ میں چیخ چیخ کر رو لوں لیکن سامنے شفیق کے بچے اور اُس کی منصورہ سکون سے محوِ آرام تھے۔ چند گھنٹے وہ اور سو لیں۔ آخر انہیں پتہ چل ہی جائے گا کہ منصورہ کا سہاگ لُٹ گیا۔ تینوں بچوں کے باپ کا پیار رنگون کے جنرل ہسپتال میں ہمیشہ کے لئے سو گیا۔

صبح ہوئی۔ میں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تم یہ وحشت ناک خبر منصورہ کو نہ پہنچانا۔ خبر اس کو کسی نہ کسی ذریعہ سے ہو ہی جائے گی۔ اس کے بعد کیا ہُوا یہ دلخراش داستان ہے آنسوؤں اور آہوں اور سسکیوں کی کہانی ہے۔ کوئی جائے اور منصورہ سے پوچھ لے۔ مجھ میں تو اس کے دہرانے کی سکت نہیں ہے۔

پندرہ برس پرانی بات ہے کہ مجھے ایک مضمون لکھنے کی ضرورت پڑی۔ ایم اے کے امتحان میں ایک لازمی سوال تھا۔ اس کا کہیں سراغ نہیں مل رہا تھا کسی نے کہا جامعہ کے ایک لڑکے شفیق قیصر سے ملو وہ مہیّا کر دے گا۔ میں شفیق سے ملا۔ تو مجھے کہا ہاں اس کے پاس ہے اور وہ مجھے پہنچا دے گا۔ اور سرِ شام وہ رسالہ میرے گھر دے گئے جس میں یہ مضمون شائع شدہ تھا۔ میں حیران سا تھا کہ اس عظمتِ کردار کے طالبِ علم بھی ہُوا کرتے ہیں جو دوسروں کی علمی ضروریات اُن کے گھروں پر جا کر پوری کر آتے ہیں! اور پھر یہ بھی ہُوا کہ جب میری ضرورت پوری ہوگئی تو مجھے یہ کتاب اُن کے گھر پہنچانے کی زحمت نہیں اٹھانی پڑی اور وہ خود ہی آن کر اپنا رسالہ لے بھی گئے۔ یہ دوسرا موقعہ تھا جس نے مجھ پر بہت گہرا اثر کیا کہ مجھے ان کے گھر جا کر واپس کرنے کی بھی نوبت نہ آئی۔ سیدھا سادا۔ متبسم۔ سنجیدہ۔ پتلا دُبلا سا شفیق۔ عینک لگی ہوئی۔ کچھ میری آنکھوں میں جچ نہ سکا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ گنوں کی پوٹلی

ہے۔ اس کے اوصاف تو اس وقت کھلیں گے جب یہ میرا رفیق بنے گا۔ غرض اسی سال جامعہ کے کامیاب مبلغین میں یہ سیدھا سا شفیق تحریک جدید کے حصہ میں آ گیا۔ اور میرے ساتھ ہی دفتر تبشیر میں میرا رفیق بن گیا۔ چند دن میں دوستی ہوگئی اور زمانہ گذرتا گیا۔ وقت ڈھلتا رہا اور اس دوستی اور رفاقت کے رشتے مضبوط سے مضبوط تر ہوتے چلے گئے۔

شفیق مبلغ تھا آخر اسے اپنے فرضِ منصبی پر جانا ہی تھا۔ مشرقی افریقہ میں یوگنڈا کے ملک میں تعیناتی ہوئی۔ اور روانہ ہوگئے۔ وہاں کیا کچھ کیا یہ تو وہاں کے لوگ ہی بتا سکیں گے۔ لیکن یہ بات تو مجھے خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ اپنے کاموں کی رپورٹ بڑی باقاعدگی سے بھجواتے۔ اور ان کی رپورٹیں بھی بڑی ٹھوس ہوا کرتیں۔ یہ ذکر آچکا ہے کہ شفیق دُبلا پتلا تو تھا ہی۔ بس وہاں کی آب و ہوا راس نہ آئی۔ پہلے معمولی بیمار ہوئے پھر زیادہ ہوگئے اور پھر اور بھی زیادہ ہوگئے۔ اور جان کے لالے پڑ گئے۔ اس لئے انہیں فوری طور پہ واپس بلانا پڑا۔ یہاں پہنچ کر علاج معالجے سے درست ہوگئے۔ لیکن ذیابیطس جیسا موذی مرض لگ چکا تھا۔ اس لئے ساری عمر کے لئے روزانہ دوائی کھانی زندگی کا معمول بن گیا۔ شادی ہوئی۔ مجھے علم ہوا تو از حد خوشی ہوئی کہ شادی میرے بچپن کے ایک بڑے ہی عزیز دوست چوہدری عنایت اللہ احمدی مبلغ تنزانیہ کی ہمشیرہ زادی منصورہ سے ہوئی ہے۔ یہ تو خاندان ہی نیک۔ مخلص اور شریف لوگوں کا ہے۔ اور جب بھی شفیق سے بات ہوئی اسے اپنی بیوی کے بارہ میں رطب اللسان ہی پایا۔ خود نیک تھا۔ شریف تھا۔ متحمل مزاج تھا خوش گذار تھا اس لئے اُسے دوسرے بھی ویسے ہی نظر آتے تھے۔

یوگنڈا سے واپسی پر بھی ایک بار وکالت تبشیر میں تعیناتی ہوگئی۔ علمی۔ مذہبی اور علمی و ادبی کاموں کی ریل پیل۔ رسالوں کی ادارت مضمون نویسی حوالوں کا نکالنا۔ کتابوں کے خلاصے۔ تقریریں کرنا اور دوسروں کو اس میں مدد دینا۔ ان سب کاموں کا نام شفیق قیصر تھا۔ اپنی انہی خصوصیات کی وجہ سے نائب وکیل کے عہدے پر بھی قائم مقامی کا موقعہ ملا۔ اس چھوٹی سی عمر میں یہ بہت بڑا اعزاز تھا۔

خدام الاحمدیہ بڑی فعال تنظیم ہے۔ نوجوانوں کی علمی اور مذہبی اور اخلاقی تربیت یہی تنظیم کرتی ہے۔ وہ کونسا اہم عہدہ تھا جو شفیق کے پاس نہ رہا مہتمم تربیت۔ مہتمم تعلیم۔ مہتمم عمومی۔ ایڈیٹر خالد ایڈیٹر تشحیذ اور پھر سب سے بڑھ کر نائب صدر اور قائم مقام صدر۔ ان سب عہدوں پر کام کیا اور کام ہی نہیں کیا کامیاب خدمت کی اور شفیق ہمیشہ کامران ہی رہا۔

صدر خدام الاحمدیہ مکرم و محترم مرزا غلام احمد صاحب کچھ منتظم قسم کے بزرگ ہیں۔ بے انتظامی۔ فضولیات۔ ہنگامہ خیزی۔ باتیں بنانا اور کام میں غفلت یہ کچھ انہیں پسند نہیں۔ میں شفیق کے متعلق اس جانب سے اور کیا کہوں کہ میاں احمد

میں ایک یا دو بار خود شفیق کو لینے چلے آتے۔ اور
یا اس کے ساتھ ٹیلیفون پر بات ہو جاتی اور موضوع کی
کبھی گپ شپ نہ ہوتی۔ بس خدام الاحمدیہ اور اس کے
تیزی سے بڑھتے ہوئے کام اور ان کی تکمیل۔ مجھے
ایک بار نہیں دو بار نہیں متعدد بار شفیق نے کہا
کہ میاں صاحب باہر گئے ہوئے ہیں۔ مجھے دفتر کے
کام کی نگرانی کے لئے کہہ گئے ہیں۔ بس میں ابھی چند
منٹ میں یہ کام ختم کر کے آیا۔

دو برس ہوئے اشاعت قرآن کا عظیم ادارہ
قرآن پبلیکیشنز انہی کے سپرد ہوا۔ کوئی چھوٹا موٹا
کام نہ تھا۔ قرآن کی طباعت کوئی ہزار دو ہزار کتابوں
کی طباعت نہ تھی لاکھوں کا لیکھا تھا۔ آپ اس کی
تفصیل سنیں گے؟ بس پھر خالد کا ایک خاص نمبر اسی سے
بھر جائے گا۔ یوں سمجھ لیجئے کہ ہدایات کی صحیح معنی
تعمیل کو اگر دیکھنا ہو تو شفیق قیصر کو دیکھ لو۔

جماعت احمدیہ کو اگر کوئی دوسرا نام دیا جا سکتا
ہے تو وہ عاشق قرآن ہے۔ آج دنیا کے ۳۰ ملکوں
میں سلسلہ کے مبلغین محبت اسلام میں سرشار دین مصطفےٰ
کی اشاعت میں مگن ہیں۔ اسلام کی اشاعت کیسے ہو
اگر اس ملک کے باشندے خدا کا کلام ہی نہ پڑھ سکیں
اس لئے ہر مبلغ کو یہ دھن بھی ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح اس
کلام الٰہی کو اس ملک کی زبان میں ترجمہ کروا لے اور
پھر اسے چھپوا بھی دے۔ اب تک آٹھ زبانوں میں قرآن
کریم ترجمہ ہو کر مخلوق خدا کے ہاتھوں میں پہنچ بھی چکا
ہے۔ وہ کونسا ملک ہے۔ وہ کونسی ریاست ہے۔ وہ
کی جماعت ہے وہ کونسی پارٹی ہے وہ کونسی
ایسوسی ایشن ہے جسے یہ توفیق ملی کہ اللہ کا کلام
دنیا کی آٹھ زبانوں میں ترجمہ کروا کے لاکھوں کی
تعداد میں شائع کروایا ہو۔ مبارک وہ جماعت جس
کا امام ناصر الدین ہے جس نے عشق قرآن کے یہ جلوے
دکھائے کہ دل بھی مسرور اور دماغ بھی مسرور آٹھ مختلف
زبانوں میں قرآن پڑھنے والے ملکوں کے لوگ نور اسلام
سے منور نہ ہوں گے تو کیا ہوں گے۔ مغربی افریقہ
کے ملک نائیجیریا کی جماعت نے ہانگ کانگ سے
اپنا قرآن مع یوروبا ترجمہ کے چھپوایا۔ معلوم ہوا کہ
اس ملک میں لاگت نسبتاً کم آتی ہے۔ کاغذ اچھا اور
چھپوائی بھی اچھی ہے۔ اسی لئے حضرت خلیفۃ المسیح
نے یہی فیصلہ فرمایا کہ ہم بھی اس سے فائدہ اٹھائیں اور
مشرقی افریقہ کی زبان سواحیلی میں یہاں سے قرآن چھپوانے
کا فیصلہ کر لیا گیا اور شفیق جو اس کام کا نگران تھا
ہانگ کانگ گیا۔ اور حالات کا جائزہ لیا اور اپنے
کام کی بھرپور رپورٹ کی کہ یہاں سے قرآن چھپوانا
ہمارے لئے بہت سود مند رہے گا۔ شفیق کی رپورٹ
باریاب ہوئی اور حکم ملا کہ یہاں سے یہ قرآن مع ترجمہ
چھپوانے کا انتظام کیا جائے۔ اب شفیق تھا اور
قرآن کی طباعت کا انتظام۔ ہانگ کانگ کی ایک
فرم کے سی لام کے سپرد یہ کام ہوا۔ شفیق اوپر سے
ہدایتیں لاتے اور کے سی لام کو بھجواتے۔ وہاں سے
پھر نمونے آتے۔ چھپائی آتی۔ کاغذ آتا۔ ان میں سے
جس کی منظوری ہوتی وہ پھر کے سی لام کو مع ہدایات

کے بھجوا دیا جاتا ۔ شفیق عربی کا عالم ۔ دینیات کا ماہر ۔ کتابوں کا رسیا ۔ طب کا شوقین لیکن فرنگی کی زبان انگریزی میں فاضل نہ تھا ۔ چونکہ مجھ سے لگاؤ تھا ۔ اس لئے بجائے کسی اور کے صرف میرے پاس آتے اور ہم دونوں مل کر پہلے تو دفتر کے باہر ٹہل ٹہل کر سارا مشورہ کرتے ۔ اونچ نیچ کو جانچتے پھر ٹائپ رائٹر پر بیٹھ کر خط لکھ لیتے ۔ گذشتہ جلسہ سے پہلے اُسے حکم ملا کہ وہ خود ہانگ کانگ جائے اور کام کو اپنی نگرانی میں سمیٹے ۔ لیکن شفیق کے ذمہ کوئی ایک کام ہو تو ختم کرے اُس کے کندھوں پر تو دس ذمہ داریوں کا بوجھ لدا ہوا تھا ۔ اس لئے جلسہ سے پہلے جانیکی صورت نہ بن سکی ۔ پھر جنوری میں پروگرام بنا ۔ پھر فروری میں بنا یہاں تک کہ مارچ آگیا اور پندرہ ۱۵ مارچ کے روز ربوہ سے روانہ ہو گئے ۔ راستہ میں برما آتا تھا وہاں بعض جماعتی امور نمٹانے تھے اس لئے ہفتہ بھر کے لئے رنگون ٹھہر گئے ۔ وہاں بڑی کامیابی سے کام نمٹایا اور تبشیر کو تار دے دی کہ کام ختم ہو گیا ۔ کیا ہی بھلا ہوتا کہ ہانگ کانگ کا پروگرام بن جاتا اور برما کی فضاؤں سے پرواز کر جاتے ۔ پھر شفیق کے سی لام کے پریس میں قرآن کی پرنٹنگ کی نگرانی میں محو ہو جاتے ۔ لیکن شفیق پرواز کیسے کر جاتا ۔ قدم کٹ چکے تھے ۔ موت راستہ روکے کھڑی تھی ۔ ہانگ کانگ شفیق کی تقدیر میں نہ تھا ۔ تقدیر تقدیر مبرم بن چکی تھی جس کی تبدیلی اب ناممکنات میں سے تھی ۔ وہ

کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

لیکھ لکھت نہ میٹے کوئی ۔ بن بن جائیں سیتنا رام

بس بیٹھے بٹھائے مانڈلے کا پروگرام بن گیا اور وہاں چل دیئے ۔ وہاں پہنچ کر جماعت سے ملے لیکن واپسی پر کوئے پوئے گاؤں کے قریب کار ایک ایسے ٹرک سے ٹکرا گئی جس میں موت کے فرشتوں نے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے ۔ سر میں شدید چوٹ آئی ایک اور دوست سلیمان بری طرح زخمی ہوئے ۔ دوسرے دو دوستوں کو معمولی زخم آئے ۔ اسی حالت میں رنگون لائے گئے اور جنرل ہسپتال میں داخل ہوئے اور نصف شب نہ گذری تھی کہ جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی ۔

حضرت خلیفۃ المسیح کی خصوصی ہدایات کے ماتحت یہ سفر اختیار کیا گیا ۔ اشاعتِ قرآن کے لئے ہزاروں میل کی پرواز تھی ۔ خدمتِ دین اور خدمتِ اسلام کا جذبہ ہانگ کانگ اڑائے لئے جا رہا تھا ۔ رنگون میں خدمتِ سلسلہ کی خاطر رک گئے ۔ مانڈلے جماعت کے دوستوں کی محبت وہاں لے گئی ۔ اور اگر اس کے بعد موت آگئی تو اسے موت کیوں کہیں شہادت آگئی ۔ شفیق شہید ہو گیا واقعی شہید ہو گیا ۔ فوت نہیں ہوا ۔ موت آج بھی آنی تھی اور پچاس برس بعد بھی آنی تھی ۔ وہ آج آ تو گئی لیکن شفیق کو نابود نہ کر سکی وہ تو شہید ہوا ۔ امر ہو گیا زندۂ جاوید ہو گیا ۔

میّت کو ربوہ پہنچنے میں پندرہ دن لگ

گئے۔ یہ دن کیسے کٹے۔ داستان طویل ہو جائے گی
۶ ر اپریل کو جنازہ پہنچنے کی اطلاع ملی۔ جمعہ کا دن
تھا۔ صبح سے ہی اُس دوست کے استقبال کی
تیاری تھی جسے اپنے ہاتھوں ہمیشہ کے لئے رخصت
کرنا تھا۔ الوداع کہنا تھا۔ بے چینی اور گھبراہٹ
شدید تھی۔ کئی بار کمرہ بند کر کے روتا رہا کہ کوئی اور
نہ مجھے روتا دیکھ لے۔ اس لئے علیحدگی میں ہی دل کا
بوجھ ہلکا کرتا رہا۔ لیکن تین بجے ایمبولینس جنازہ
لے آئی۔ باوجود کوشش کے میں اپنی آنکھوں کے
تلاطم کو روک نہ سکا۔ آنسوؤں کا بند ٹوٹ گیا اور
پھر کیا ہوا۔ یہی کہ ایمبولینس میں سے جنازہ لے کر
شفیق کے مکان میں لے جانے والوں میں ایک میں بھی تھا

اس وقت مجھے احساس ہوا کہ شفیق کو رونے والا
تو تنہا نہیں۔ دیکھا۔ گرد و پیش میں کس قدر آنکھیں
نمناک ہیں۔ شاید ہی کوئی آنکھ تھی جو گریاں نہ
تھی۔ اور کوئی دل نہ تھا جو بریاں نہ تھا۔ شفیق کی
منصورہ۔ شفیق کی بہنیں اور بھائی اور بزرگ باپ
اور بے شمار عزیز اور دوستوں کی آنکھیں اشکبار
تھیں باپ اور ماں دیوار گریہ تھے۔ یکایک کسی نے
کہا کہ تابوت کھولا جائے۔ ہم چہرہ دیکھیں گے۔
بہت سے لوگوں نے مخالفت کی میں نے بھی
اوپر اوپر سے دبی زبان سے مخالفت کی۔ لیکن
دل ہی دل میں چاہتا تھا کہ بکس ضرور کھولا
جائے۔ ایک بار تو جاتے ہوئے شفیق کو دیکھ
لوں جو پھر زندگی بھر نظر نہ آئے گا۔ آخر ان
لوگوں کی چل گئی جو تابوت کھلوانا چاہتے
تھے۔ وہ کھولا گیا۔ اندر جست کا ایک
اور بکس تھا۔ اور اس پر شیشہ لگا تھا۔
سانس کی آمد و رفت رک گئی۔ لیکن اندر
شفیق سفید براق کفن کے پردوں میں مستور
محو خواب تھا اور اُسے دیکھنے کی آرزو دل
کی دل میں ہی رہ گئی اور میں اُس بھیڑ میں سے
پیچھے ہٹ گیا اور جی بھر کے پھوٹ پھوٹ
کے رویا۔ چند منٹ کے بعد جنازہ اٹھا۔
سوگواروں کا ہجوم ___ ہچکیوں اور سسکیوں
کا بحر بیکراں۔ آنسوؤں کا سیلاب۔ اور یوں
شفیق بہشتی مقبرہ کے میدان میں پہنچ گیا۔
وہاں حضرت خلیفۃ المسیح نے ہزاروں لوگوں
کے ہمراہ نماز جنازہ پڑھائی اور پھر میں نے
اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اس کے تابوت کو
کندھا دیا۔ قبر تک ساتھ تشریف لائے۔
اپنے ہاتھوں سے مٹی ڈالی اور آخر میں دعائے خیر
کے ساتھ اسے ہمیشہ ہمیش کے لئے رخصت کر کے
سپرد خدا کر دیا ___ الوداع!
___ اے شفیق الوداع!!

(بقیہ قرار دادین از صفحہ ۷)

تحریک جدید مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۶ء میں آپ بغرض تبلیغ یوگنڈا بھجوا دیا گیا جہاں سے ایک سال واپس تشریف لا کر ۱۹۷۰ء میں مہتمم عمومی کے فرائض کے ساتھ ساتھ خدام الاحمدیہ سے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کے خطبات (مشعل راہ) کی تدوین کا کام کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۶ء تک آپ مجلس کی بحیثیت مہتمم تعلیم، مہتمم اشاعت مہتمم عمومی اور مہتمم مقامی خدمات سرانجام دیتے رہے ۱۹۷۶ء میں نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نامزد ہوئے اور وفات کے وقت تک آپ اس حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ سعادت بھی نصیب کی آپ نومبر ۱۹۶۵ء تا نومبر ۱۹۶۶ء۔ نومبر ۱۹۷۳ء تا اکتوبر ۱۹۷۴ء ماہنامہ خالد کے ایڈیٹر رہے۔ اور اکتوبر ۱۹۷۰ء تا نومبر ۱۹۷۳ء۔ جولائی ۱۹۷۶ء تا وفات ماہنامہ تشحیذ کے ایڈیٹر رہے اسی طرح ۱۹۶۷ء سے رسالہ خالد و تشحیذ کے پبلشر کی حیثیت سے بھی کام کرتے رہے۔ مجلس تحریک جدید انجمن احمدیہ میں آپ وکالت تبشیر کے شعبہ تصنیف سے ۱۹۶۵ء سے وفات تک منسلک رہے۔ اور اسی طرح آپ قرآن پبلیکیشنز، اور نصرت پرنٹرز لمیٹڈ کے انتظامی ممبر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اور اسی حیثیت سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر جماعتی امور کی انجام دہی کے لئے برما اور ہانگ کانگ کے سفر پر روانہ ہوئے تھے۔ آپ ایک ہر دلعزیز اور مشفق عہدیدار تھے۔ اور خلوص دوست اور دوسروں کے دکھ اور درد کو محسوس کرنے اور ان کے کام آنے والے طبیعت میں شگفتگی بھی تھی اور آپ کو دینی و دنیوی علوم سے بہت شغف تھا۔ اور اس علم دوستی کے ساتھ ساتھ نہایت عمدہ مضمون نگار بھی تھے۔ ہر لحظہ و ہر آن پوری محنت اور لگن سے خدمت دین میں مصروف رہتے۔ جماعتی خدمات اور فرائض کی بجا آوری میں انتہائی ذمہ داری اور خلوص نیت سے ساری زندگی گزاری۔

آپ نے اوائل جوانی میں ہی اپنی زندگی خدا اور اس کے رسول کے حکم پر سلسلہ احمدیہ کے لئے وقف کر دی اور وفات تک ان لوگوں کی طرح وقف کی روح پر دل وجان سے قائم رہے جن کے بارہ میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ ۔ (الاحزاب)

ترجمہ:۔ ان مومنوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اس وعدہ کو جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا سچا کر دکھایا۔ بعض تو ایسے ہیں جنہوں نے اپنی نیت کو پورا کر دیا۔

ہم جملہ قائدین اضلاع مجلس خدام الاحمدیہ آج کے اس اجلاس میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے نائب صدر برادرم محمد شفیق صاحب قیصر کی ناگہانی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں۔ اور دست بدعا ہیں کہ خدا تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ ان کے اعمال کو قبول فرمائے اور انہیں اپنی مغفرت کی چادر میں لپیٹ لے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے پس ماندگان کا حافظ و ناصر ہو اور انہیں صبر جمیل

کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔

۳- مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی

مجلس مشاورت پر موجود ممبران عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی و قائدینِ مجالس کو مکرم و محترم محمد شفیق صاحب قیصر جیسے مخلص اور فدائی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی اچانک وفات کا سُن کر جب کہ وہ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے زیرِ ارشاد ایک اہم مشن پر بیرونِ پاکستان تشریف لے گئے سخت افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے آمین۔

ہم ہیں اس غم میں شریک

(ممبران مجلس خدام الاحمدیہ و قائدین مجالس کراچی)

۴- قرار دادِ تعزیت مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس منعقدہ ۲۸ $\frac{3}{79}$ اپنے نائب صدر محترم محمد شفیق صاحب قیصر کی اچانک وفات پر گہرے رنج اور تأسف کا اظہار کرتا ہے۔ مرحوم سلسلہ کے بے نفس اور انتہائی مخلص کارکن تھے۔ نہایت خلیق ملنسار اور صاحبِ عزم تھے۔ تحریک جدید اور خدام الاحمدیہ کے جلیل القدر عہدوں پر فائز ہونے کے باوجود بے حد منکسر المزاج واقع ہوئے تھے۔ انہوں نے بچپن میں ہی اپنی زندگی خدا کے لئے وقف کر دی تھی۔ اور تادمِ آخر خدا تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد پر بشاشتِ قلب کے ساتھ قائم رہے۔ اب بھی خدمتِ سلسلہ کے دوران انہوں نے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

محترم محمد شفیق صاحب قیصر سلسلہ کے فدائی اور خلافت کے عاشق اور شیدائی تھے۔ ان کا ہر وصف ان کی عام گفتگو سے بھی ہر لمحہ ظاہر ہوتا رہتا تھا۔

ہم قائدین خدام الاحمدیہ لاہور شہر و ضلع اور اراکین عاملہ مجلس ضلع لاہور اس حادثۂ جانکاہ پر دلی ہمدردی اور گہرے رنج کے جذبات کے ساتھ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی خدمت میں اظہارِ تعزیت کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم ان کے ضعیف والدین اور غمزدہ اہلیہ اور ان کے بچوں کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ یہ غم ان کا نہیں ہمارا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند کرے۔ خدا کا قرب ان کو حاصل ہو اور جنت میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ان کی جگہ ہو۔ اللھم آمین) اور اللہ تعالیٰ ان کے جملہ لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ (ہم اراکین عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور)
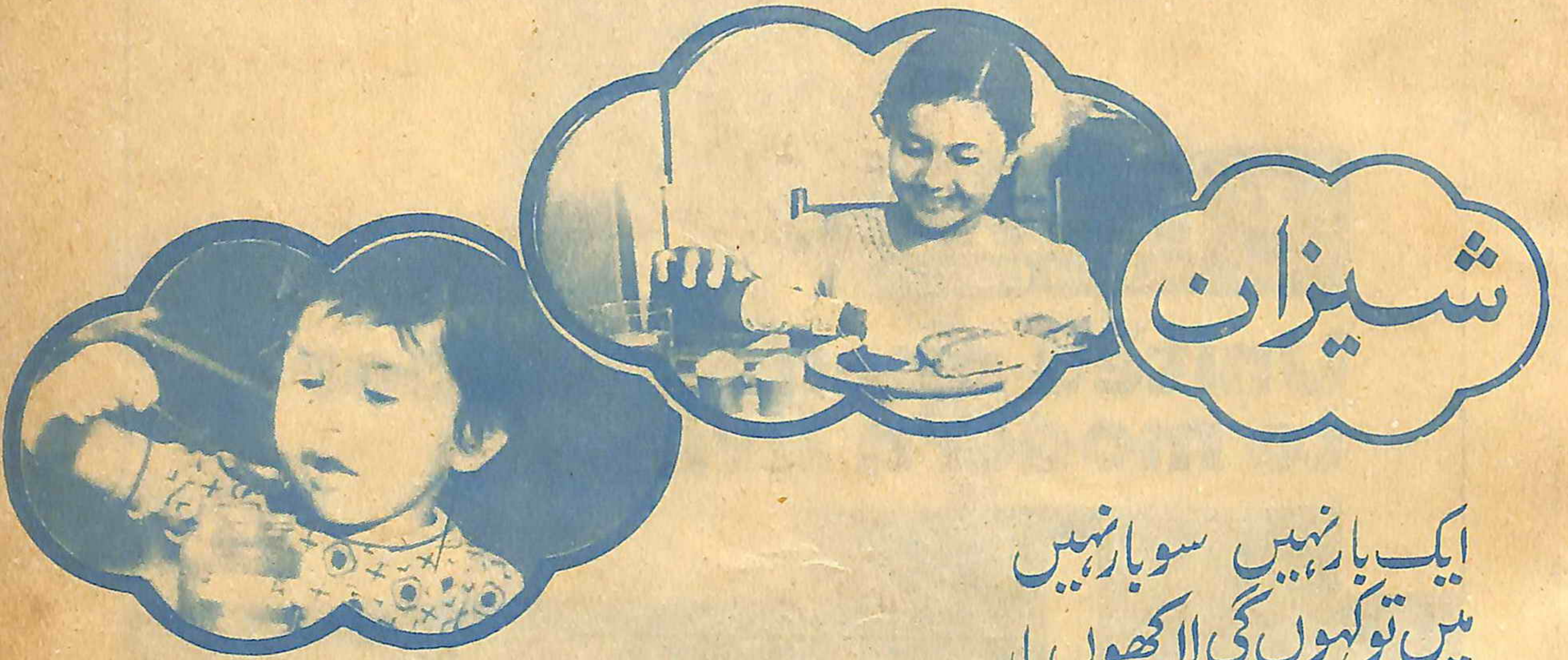
Monthly **KHALID** Rabwah

Regd. No. L5830 *Editor* : HAFIZ MUZAFFAR AHMAD

OCTOBER 1979

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا